مسئلہ نماز جنازہ پر مولوی الیاس اثری و دیگر وہابیوں
کی حدیث میں تحریف خیانت اور فریب کاریوں کا تعاقب

وہابیوں کا مروجہ جنازہ
ثابت نہیں

مصنف
ابوالحقائق
غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

مکتبہ فیضان عطار
جامع مسجد عمر روڈ کاموکے

مسئلہ نماز جنازہ پر مولوی الیاس اثری ودیگر وہابیوں کی
حدیث میں تحریف' خیانت اور فریب کاریوں کا تعاقب

وہابیوں کا مروّجہ جنازہ
ثابت نہیں

از:

ابوالحقائق غلام مرتضٰی ساقی مجدّدی

ناشر: مکتبہ فیضان عطار جامع مسجد عمر روڈ کامونکے
0300,7443224

﴿جملہ حقوق محفوظ﴾

نام کتاب.........................وہابیوں کا مروّجہ جنازہ ثابت نہیں
مصنف: ابوالحقائق غلام مرتضٰی ساقی مجددی
تعداد گیارہ صد
اشاعت: اوّل
کمپوزنگ:.................. محمد نوید مکتبہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ
ناشر:................... مکتبہ فیضان عطار جامع مسجد عمر روڈ کاموکے
قیمت:................... ۱۵؍ روپے

ملنے کے پتے:

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مکتبہ رضائے مصطفٰے چوک دارالسلام گوجرانوالہ
مکتبہ تنظیم الاسلام۔ ۱۲۱ بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ، مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور
مسلم کتابوی لاہور، مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
میلاد پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور، مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور
مکتبہ قادریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
مکتبہ فیضان اولیاء جامع مسجد عمر روڈ کاموکے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اس رسالہ کی تصنیف کا سبب یہ ہے، کہ کسی شرپسند غیر مقلد نے ایک فتنہ انگیز پمفلٹ شائع کیا، جس میں اس نے یہ تاثر دیا کہ وہ پہلے حنفی تھا۔ ایک وہابی کے پیچھے نماز جنازہ پڑھا۔ جسمیں اس نے اونچی آواز سے جنازہ پڑھا اور رو رو کر دعائیں مانگی، تو بعد میں اس کے طریقے کے متعلق گفتگو ہوئی تو وہابی مولوی نے اپنا ایک ایک عمل کئی حدیثوں سے ثابت کر دیا، جبکہ احناف سے رابطہ کیا تو انہوں نے اپنے عمل کو کسی حدیث سے ثابت نہ کیا۔ لہذا وہابیوں کا طریقہ جنازہ درست ہے، اور حنفیوں کا منگھڑت۔ اس وہابی کا سراغ لگانے کیلئے صوفی محمد رفیق صاحب نے جب کوشش کی تو "کھودا پہاڑ تو نکلا چوہا اور وہ بھی مرا ہوا" کے مصداق پتہ چلا کہ پمفلٹ شائع کرنے والا حنفی نہیں بلکہ وہابی ہے، اور اس نے محض سادہ لوح مسلمانوں کو مسلک اہلسنت سے ورغلانے کیلئے یہ گھناؤنا کرتب دکھایا ہے۔ صوفی صاحب نے بہت کوشش کی کہ اس سے ملاقات ہو سکے، تاکہ اس سے وہابیوں کے مروجہ نماز جنازہ کے متعلق وہ متعدد احادیث دیکھی جائیں، جو وہابی مولوی نے اسے دکھائی تھیں۔ لیکن وہ شخص نہ مل سکا۔ صوفی صاحب اس کے گھر (گلہ حاجی عبدالکریم والا نوشہرہ روڈ) بھی پہنچے۔ اس کے بھائی سے ملاقات ہوئی، اس نے صوفی صاحب کو معذرت خواہانہ انداز میں ٹال دیا۔ چونکہ اس پمفلٹ کی وجہ سے عوام الناس میں اضطراب تھا اس لئے صوفی صاحب نے استاد محترم محقق دوراں، مناظر اسلام حضرت علامہ ابوالحقائق غلام مرتضٰی ساقی مجددی مدظلہ العالی سے دریافت کیا کہ کیا وہابیوں کا مروجہ نماز

جنازہ ثابت ہے، تو حضرت نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اور اس پر چند سطور سپرد قلم فرمادیں۔ صوفی صاحب نے مختلف وہابیوں سے کہا کہ اپنا طریقہ احادیث صحیحہ، صریحہ، مرفوعہ سے ثابت کرو، لیکن ان کی طرف سے خاموشی اور سناٹا تھا۔ تو پھر صوفی صاحب نے مولوی الیاس اثری سے استفتاء کیا کہ اپنا مروجہ طریقہ ثابت کریں۔ انہوں نے ایک حدیث "المعجم الاوسط" جلد ۵ صفحہ ۳۷۱ کے حوالے سے جواب میں لکھ کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ اس سے ان کا طریقہ ثابت ہے۔ اور نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، انہوں نے خوف خدا، شرم نبی اور فکر آخرت کر بالائے طاق رکھ کر حدیث میں زبردست خیانت، تحریف اور سینہ زوری کی، اور وہ بھی محض اپنے نجدی دھرم کو بچانے کی خاطر..... معاذاللہ صوفی صاحب نے اثری کا جواب حضرت ساقی صاحب مدظلہ کو پیش کر کے اس کے جواب کا مطالبہ کیا، حضرت علامہ ساقی زید عنایتہٗ نے اس جواب ناصواب پر تحقیقی تبصرہ کیا تو صوفی صاحب نے اثری صاحب کو خط لکھ کر جھنجھوڑا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟... لیکن اثری صاحب ساکت وجامد ہوگئے۔ آئندہ سطور میں اثری صاحب کے فتوے پر حضرت علامہ ساقی دامت برکاتہم العالیہ کا محققانہ تبصرہ وتعاقب پیش خدمت ہے۔ جس انداز میں آپ نے وہابیوں کی قلعی کھولی ہے، یہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ اور وہابیوں کے مزاج کے عین مطابق بھی... کیونکہ

؎ مردِ ناداں پہ کلامِ نرم ونازک بے اثر

قبلہ ساقی صاحب نے آخر میں دریں مسئلہ وہابیوں کے کچھ نادر نمونے اور دلچسپ لطائف، احادیث میں تحریف وخیانت اور شریعت میں من مانی کی مختصر مگر نہایت جامع روئیداد بھی پیش کردی ہے.... جو کہ اپنی جگہ ایک نہایت وقیع اور کارآمد شئے ہے۔

اختتام پر اہلسنت وجماعت احناف کے مؤقف کو بھی مستحکم حوالہ جات اور وہابیوں کی عبارات سے روز روشن کی طرح واضح کردیا گیا ہے۔ تاکہ قارئین کے سامنے یہ مسئلہ اپنے تمام پہلوؤں سمیت آجائے۔ اور اسکا کوئی پہلو بھی مخفی اور پوشیدہ نہ رہے..... اس سے کتاب کا حسن وکمال دوچند ہوگیا ہے۔

بارگاہِ رب العزت میں دعا ہے کہ یہ کتاب اثر آفرین ومقبول ترین ہو اور حضرت مصنف دامت برکاتہم کو صحت وعافیت کیساتھ عمر دراز عطا ہو۔ تاکہ رشد وہدایت، احقاق حق اور ابطال باطل کا یہ سلسلۂ خیر تادیر چلتا رہے۔

؎ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

خادم از خدام حضرت ساقی
محمد عطاء المصطفےٰ جمیل ساقی
علی پور چٹھہ
۱۸_۱۲_۲۰۰۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقت واقعی

آج سے تقریباً ایک سال پہلے نماز جنازہ کے متعلق ایک پمفلٹ شائع ہوا۔ جس میں لکھنے والے نے اپنے آپ کو حنفی ظاہر کیا تھا، یہ اس کی بالکل سراسر غلط بیانی تھی، حقیقت میں اسکا وہابی مسلک سے تعلق تھا۔ ہم نے اس کے گاؤں اور گھر جا کر مکمل تحقیق کی ہے، اس نے نماز جنازہ کے متعلق لکھا تھا، کہ جو نماز جنازہ بریلوی حضرات پڑھتے ہیں۔ یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اور جو اہل حدیث حضرات پڑھتے ہیں، یہ بالکل صحیح اور صریح حدیث سے ثابت ہے۔ ہم نے اس پمفلٹ پر غور کیا۔ اور وہابی حضرات سے رابطہ کیا ہے۔ آج تک کسی وہابی سے نماز جنازہ صحیح، صریح اور مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہو سکا۔ تفصیل بہت طویل ہے، مختصر بیان کی جاتی ہے، ہم پمفلٹ شائع کرنے والے کے گاؤں بھی گئے ہیں۔ گاؤں کا ایڈریس وغیرہ دیا تھا۔ پتہ چلا کہ وہ گاؤں سے گوجرانوالہ شفٹ ہو گئے ہیں۔ پھر گوجرانوالہ حاجی کریم والے گلے میں ان کے گھر بھی گئے ہیں۔ ان کے بھائی مولوی صاحب ہیں، سرگودھا میں جمعہ وغیرہ پڑھاتے ہیں۔ میں نے ان سے بات کی ہے، اگر آپ نماز جنازہ حدیث صحیح، صریح اور مرفوع سے ثابت کر دیں۔ تو میں انشاء اللہ اس پر عمل شروع کر دوں گا۔ اس نے میری بات کو ٹال دیا۔ اس نے کہا تھا میں اپنے استاد مولانا محمد الیاس اثری صاحب سے رابطہ کروں گا۔ تو میں نے ان سے کہا تھا، کہ اثری صاحب سے ہماری ملاقات اور تحریری رابطہ ہوا ہے۔ لیکن آج تک کسی صحیح حدیث کا حوالہ ان سے ثابت نہیں ہو سکا ہے۔ ایک تحریر ان کی میرے پاس آئی ہے۔ میں نے ثابت کیا تھا کہ تمہاری پیش کی گئی یہ حدیث ضعیف ہے۔ سند بہت کمزور ہے۔ آپ تو صرف صحیح حدیث کے قائل ہیں۔ لہذا آپ صحیح، صریح اور مرفوع حدیث سے ہی حوالہ پیش کریں۔ اگر ضعیف کو مانتے ہیں، تو پھر لکھ کر دیں، کہ ہم ضعیف کے بھی قائل ہیں۔ یہ کیسا اصول اپنا رکھا ہے۔ اپنی مرضی کی ضعیف حدیث کو بھی مان لیتے ہیں۔ اگر ہم ضعیف حدیث کو بیان کریں، تو آپ بالکل نہیں مانتے۔ یہ آپ کی ہٹ دھرمی ہے، اثری صاحب نے جو تحریری لکھی تھی۔ وہ کچھ ایسے ہے۔ انہوں نے نماز جنازہ کی سورۃ فاتحہ سے ابتدا کی ہے۔ حالانکہ جب وہ اس سے قبل دعائیں، ثناء، تعوذ اور تسمیہ بھی پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ انہوں نے جنازہ گاہ میں بھی آویزاں کیا ہوا ہے، اور ان کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ تو میں نے اثری صاحب کو ایک تحریر لکھی میں نے لکھا تھا۔ سب سے پہلے جو طریقہ آپ کی کتابوں میں اور جنازہ گاہ میں لکھا ہے۔ پہلے ان کو مٹاؤ اور اپنی کتابوں سے مٹاؤ۔ پھر بات بنے گی۔ اور جو آپ نے تحریر میں روایت پیش کی ہے وہ بھی محدثین کے اصول کے مطابق ضعیف قرار پاتی ہے۔ وہ بھی صحیح نہیں ہے، لہذا مہربانی فرما کر صحیح، صریح اور مرفوع حدیث سے ہی حوالہ پیش کریں۔ میں ضیاء اللہ وہابی سے اکثر کہتا رہتا ہوں، پانچ سال گزر چکے ہیں۔ میں تحقیق کر رہا ہوں۔ اس مسلک کے پاس دعویٰ کے مطابق کوئی دلیل نہیں ہے۔ تو میں نے فیصلہ کیا ہے۔ جب وہابیوں کے پاس دعویٰ کے مطابق کوئی صحیح دلیل ثابت نہیں ہوئی۔ تو پھر مجھے اپنے مسلک میں لانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے....

مسلک اہلسنت درست ہے۔ اس میں محبت ہے، ادب بھی ہے، احترام بھی ہے، بزرگوں

کی عزت نبیوں کا احترام سب کچھ موجود ہے۔ بس مجھے اس مسلک سے ہی محبت ہے۔ میں اکثر وہابی حضرات سے کہتا رہتا ہوں۔ کوئی مسئلہ جس پر آپ کا عمل ہے۔ اس عمل کو صحیح حدیث سے ثابت کر دو۔ تو میں انشاء اللہ اس پر عمل شروع کر دونگا۔ لیکن کوئی بھی اس بات کو صحیح ثابت نہیں کر سکا۔ ایک دن وہابیوں کے ضیاء اللہ اور حاجی شریف سے میری بات ہوئی ہے وہ کہتے ہیں، ہم ولیوں کو مانتے ہیں، اور بریلوی ہم کو بدنام کرتے ہیں۔ کہ یہ وہابی لوگ ولیوں کے منکر اور گستاخ ہیں۔ تو میں نے حاجی شریف اور ضیاء اللہ صاحب سے کہا تھا۔ اگر آپ ولیوں کو مانتے ہیں، تو پھر بتاؤ کس ولی کو مانتے ہو، اور کیسے مانتے ہو۔ اوران کے عقائد بھی بیان کرو، جب میں نے ان سے یہ مطالبہ کیا تھا۔ تو

انہوں نے صحابہ اکرام کا نام لے لیا، وہ ہی ولی ہیں، ہم ان کو مانتے ہیں، تو میں نے ان سے کہا، اللہ کے بندوں صحابہ کو کون نہیں مانتا، وہ تو مقام صحابیت رکھتے ہیں۔ ان کو سب ہی مانتے ہیں۔ ان کے بعد تو امام بخاری تشریف لائے ہیں، سب محدث ولی، حدیث لکھنے والے بعد میں ہی آئے ہیں۔ تو پھر آپ کے نزدیک تو کوئی ولی نہیں ہے۔ آپ ایک منٹ میں اپنی بات سے پھر گئے ہیں، تو لہذا صاف ظاہر ہو گیا ہے، آپ بالکل ولیوں کو نہیں مانتے۔ آپ نے غلط بیانی کی ہے، تو میرا تمام وہابی حضرات سے سوال ہے۔ کہ علامہ غلام مرتضٰی ساقی مجددی کے ۵۲ سوال جو وہابیوں کے خلاف شائع کیے ہیں۔ ان کو آپ صحیح، صریح اور مرفوع حدیث سے ثابت کر دیں گے، تو میں انشاء اللہ بریلوی مسلک چھوڑ کر مسلک اہل حدیث اختیار کر جاؤنگا۔ آج تک کسی وہابی نے میری اس بات کا جواب نہیں دیا۔ مسئلہ رفع الیدین وہابی حضرات کے مولانا محمد امین محمدی صاحب سے بھی

شروع کیا ہے، ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ وہ بھی مجھے مطمئن نہیں کر سکے، حالانکہ میں خود ہی ان سے قرآن پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا ہے۔ اگر آپ ساقی صاحب کے تمام مسائل جو آپ کے خلاف شائع ہوئے ہیں۔ ان کو آپ صحیح، صریح اور مرفوع حدیث سے ثابت کر دیں گے۔ تو میں انشاء اللہ مسلک اہل حدیث اختیار کر جاؤنگا، آج تک مولانا محمد امین محمدی صاحب سے کوئی مسئلہ بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکا۔ تو اس کے بعد میں نے ضیاء اللہ سے کئی بار کہا ہے، کہ آپ کے مولوی حضرات مسجد میں دوران خطابت ہاتھ میں قرآن پکڑ کر یہ کہتے ہیں۔ بریلوی سے اور دیوبندی مسلک سے اور ایسے ہی کئی مولوی حضرات جو کہ بریلوی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت عطا فرمائی ہے وہ بریلوی مسلک چھوڑ کر اہل حدیث وہابی مسلک میں آ گئے ہیں۔ تو میں ان سے ہزار مرتبہ کہہ چکا ہوں، جو پڑھا لکھا مولوی بریلوی مسلک چھوڑ کر وہابی مسلک میں آیا ہے ان سے میری ملاقات کراؤ۔ آج تک وہ کسی مولوی سے میری ملاقات نہیں کرا سکے۔ اصل حقیقت یہ ہے، جو دعویٰ کرتے ہیں اس کے مطابق ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

اگر کسی آدمی کو شک و شبہ ہو تو میرے ساتھ گفتگو کر سکتا ہے۔ انہی الفاظ پر اختتام کرتا ہوں۔

صوفی محمد رفیق نقشبندی سرداری
لیاقت کالونی، گلی نمبر۲ نزد اعوان چوک گوجرانوالہ
فون نمبر موبائل: 0301-3188754

وہابیوں کی مروّجہ نماز جنازہ ثابت نہیں

الاستفتاء: ایک شخص نے کہا ہے کہ حنفیوں کا نماز جنازہ خودساختہ ہے جبکہ اہلحدیثوں کا جنازہ متعدد احادیث سے ثابت ہے،...دریافت طلب امر یہ بات ہے کہ آیا واقعۃً وہابیوں کا مروجہ طریقہ ثابت ہے؟....(صوفی محمد رفیق، نوشہرہ روڈ)

الجواب بعون الملک العزیز والوہاب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شخصِ مذکور نے غلط بیانی سے کام لیا ہے، وہابیوں کا مروجہ جنازہ ہرگز احادیث مبارکہ سے ثابت نہیں ہے...وہابیوں کی چند مشہور کتابوں سے پہلے طریقہ ملاحظہ فرمالیں:

۱۔ مولوی محمد صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے:

دل میں نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھائیں، اور پہلی تکبیر اللہ اکبر کہہ کر سورہ فاتحہ پڑھیں، امام آواز سے پڑھے اور مقتدی آہستہ....سورہ فاتحہ پڑھ کر امام کو دوسری تکبیر کہنی چاہیے، اور پھر درود شریف جو التحیات میں پڑھا جاتا ہے سارا پڑھیں، پھر امام تیسری تکبیر کہہ کر یہ دعائیں پڑھے۔ (آگے تین دعائیں لکھی ہیں) اب چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیں۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۴۳۳ تا ۴۴۰ پاکٹ سائز نعمانی کتب خانہ لاہور)

۲۔ مولوی محمد اسماعیل سلفی نے لکھا ہے:

"پہلی تکبیر کے بعد ثناء سورہ فاتحہ اور کوئی سورت اس کے ساتھ ملائی جائے، دوسری تکبیر

کے بعد درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، تیسری تکبیر کے بعد دعائیں پڑھیں، اس کے بعد دونوں طرف سلام کہہ کر نماز جنازہ ختم کردیں۔ (گویا ان مولوی صاحب کے نزدیک جنازہ کی چوتھی تکبیر نہیں ہے، اسلئے اسکا ذکر نہیں کیا)۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۱۲۷)

۳۔ مولوی محمد عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے:

نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ باقاعدہ وضو کر کے قبلہ رو ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ کر سینہ پر ہاتھ باندھ لے اور ثناء، تعوذ، بسم اللہ اور سورہ فاتحہ پڑھے، پھر دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پھر تیسری تکبیر کے بعد یہ مسنون دعائیں پڑھے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔ (پیارے رسول کی پیاری دعائیں ص ۵۱، مکتبہ سلفیہ لاہور)

یہ تینوں حضرات وہابیوں کے معتبر اور مستند علماء ہیں، ان سے نماز کا طریقہ دیکھنے کے بعد اب وہ تمام امور بھی اس میں شامل کر لیئے جائیں، جو آج کل وہابی حضرات کے معمول میں ہیں۔ مثلاً:

۱۔ ہر تکبیر کیساتھ رفع یدین کرنا۔ ۲۔ امام کا رو رو کر بلند آواز سے دعائیں پڑھنا اور مقتدیوں کا صرف آمین کہنا۔

اس تفصیل کے بعد وہابیوں کی نماز جنازے کی درج ذیل صورت سامنے آتی ہے:

۱۔ جنازہ پڑھنے والا سب سے پہلے نیت کرے، ۲۔ دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک بلند کرے، ۳۔ ہاتھوں کو سینے پر باندھ لے، ۴۔ تمام تکبیریں کہتے ہوئے رفع یدین بھی کرے پہلی تکبیر کے بعد، ۵۔ ثناء، ۶۔ اعوذ باللہ، ۷۔ بسم اللہ، ۸۔ سورہ فاتحہ، ۹۔ کوئی اور سورت بھی ملائے، ۱۰۔ دوسری تکبیر کے بعد وہ درود شریف پڑھے جو نماز میں

پڑھا جاتا ہے، ۱۱۔ تیسری تکبیر کے بعد (متعدد) دعائیں پڑھے، ۱۲۔ امام اونچی آواز سے جنازہ پڑھے، ۱۳۔ مقتدی آہستہ آواز سے پڑھے، ۱۴۔ امام دعائیں مانگے اور مقتدی صرف آمین کہنے پر اکتفاء کرے۔ وہابی حضرات جو جنازہ پڑھتے ہیں، انکی کم از کم یہ چودہ جزئیات بنتی ہیں، شخص مذکور سے ہماری گذارش ہے کہ وہ اپنے کسی عالم، مناظر، مفتی، محقق، شیخ الحدیث یا شیخ القرآن سے اپنے مروجہ طریقہ جنازہ کی ترتیب پر قرآن اور حدیث صحیح، صریح، مرفوع تلاش کر کے لائے..... تو جانیں......

علاوہ ازیں یہ بھی واضح کیا جائے کہ:

۱۔ رسول اللہ ﷺ تیسری رکعت میں ایک دعا مانگتے تھے، یا ایک سے زیادہ۔

۲۔ جنازہ کے اختتام پر سلام ایک طرف پھیرنا چاہیئے، یا دونوں طرف؟

۳۔ سلام پھیرتے وقت ہاتھ باندھے رکھیں یا کھلے چھوڑ دیں؟

۴۔ نماز جنازہ میں کتنی تکبیریں کہنی چاہییں؟

۵۔ کیا تین تکبیریں بھی کافی ہیں؟

ان امور کا ثبوت بسند صحیح، بلفظ صریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درکار ہے، وہ شخص ان امور کو ثابت کرا کے اپنے دعوٰی کی سچائی ظاہر کرے۔ ھذا ما عندی، واللہ اعلم بالصواب

الراقم:

ابو الحقائق غلام مرتضٰی ساقی مجددی

دار العلوم نقشبندیہ امینیہ، ۴۲۷۷، اے ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

مارچ ۲۰۰۵ء

وہابی مفتی کا فتوٰی

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ جیسے اہلحدیث حضرات جنازہ پڑھاتے ہیں کیا اس طرح کسی صحیح صریح اور مرفوع روایت ثابت ہے۔ (محمد رفیق نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: نماز جنازہ کی چار تکبیرات ہیں۔ اوّل تکبیر کا نام تکبیر تحریمہ ہے۔ اس کے بعد سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھی جائے۔ آنحضرت صلعم نے ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ فتقدم رسول اللہ صلعم فكبر فقرا بام القرآن فجهربها پھر دوسری تکبیر کہی جائے اور اس میں آنحضرت صلعم پر درود شریف پڑھا جائے۔ آنحضرت صلعم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے جیسا کہ ارشاد ہے۔ ثم کبر الثانیۃ فصل علی نفسہ (آپ نے دوسری تکبیر کہی اور اپنے اوپر درود پڑھا) یہاں درود کا ذکر کیا ہے جب درود (صلوٰۃ) کا مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے اور فرد کامل درود ابراہیمی ہے جو دیگر نمازوں میں پڑھا جاتا ہے۔ پھر تیسری تکبیر کہی جائے اور اس میں میت کیلئے دعائیں کی جائیں جیسا کہ آنحضرت نے خود کیا ہے۔ ثم کبر الثالثۃ فدعا للمیت (پھر آپ نے تیسری تکبیر کہی اور میت کیلئے دعا کی) پھر چوتھی تکبیر کہی جائے اور سلام پھیر دی جائے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے ایسا ہی کیا ہے۔ ثم کبر الرابعۃ ثم سلم، (المعجم الاوسط، جلد ۵ ص ۳۷۱)

یہ ترتیب مذکورہ کتاب میں ہے جبکہ دوسری کسی صورت کے ملانے کا ذکر سنن نسائی کتاب الجنائز میں ہے۔

الراقم العبد محمد الیاس اثری ۶ صفر ۱۴۲۶ھ، ۱۷ مارچ ۲۰۰۵ء

وہابیوں کے فتوے کا تعاقب

سوال: وہابیوں کے شیخ الحدیث ومفتی حافظ الیاس اثری صاحب نے وہابی طریقہ کے مطابق نماز جنازہ کی ترتیب پر ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، آیا یہ حدیث بالکل صحیح ہے؟ اور اس سے انکا موقف ثابت ہوتا ہے؟.....وضاحت فرمائیں !...بینوا توجروا

محمد رفیق نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک العزیز الوھاب

وہابی مفتی الیاس اثری کی پیش کردہ روایت سے ان کی مروجہ نماز جنازہ کی ترتیب ہرگز ثابت نہیں ہوتی، اور وہ روایت بھی صحیح نہیں، بلکہ مفتی مذکور نے اس سے اپنا موقف ثابت کرنے کیلئے دھوکہ وفریب سے کام لیا ہے، حدیث شریف کے متن کو بھی پورا نقل نہ کیا اور معنیٰ میں بھی زبردست خیانت وتحریف کا ارتکاب کیا.....لیجیے !.....یہ تمام باتیں ہم آپ کی پیش کردہ المعجم الاوسط کی فوٹو کاپی (جو آپ نے ارسال کی ہے اور جس سے وہابی مفتی نے حدیث نقل کی ہے) سے ہی ثابت کیئے دیتے ہیں۔

وہابی مولوی کی تحریفات وفریب کاریاں

سب سے پہلے وہابی مولوی نے اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کیلئے جو تحریفات و فریب کاریوں کا مظاہرہ کیا ہے، ان کی تفصیل ملاحظہ ہو!

۱۔ وہابی مفتی نے اپنی اس تیرہ لائنی تحریر میں حضور اکرم ﷺ کے نام کیساتھ پانچ بار "صلعم" کا لفظ لکھا ہے، جو کہ سراسر غلط اور اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے... وہابیوں کے ہی ایک مؤلف مولوی عبدالغفور اثری نے لکھا ہے "آج کل اکثر نبی آخر الزماں، امام الانبیاء، محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ درود وسلام (ﷺ) کی بجائے حرف "صلعم اور ؑ" وغیرہ لکھنے کا رواج عام ہو گیا ہے اور دوسرے انبیاء ومرسلین کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسمائے گرامی کے ساتھ (ؑ) وغیرہ لکھتے ہیں جو کہ سخت ناجائز اور بدعت پر مبنی ہے...اس غلطی عظیم کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے محروم ہی نہیں ہوتے بلکہ بہت بڑی وعیدوں کے مستحق بنتے ہیں"۔(احسن الکلام ص ۱۳۴)

معلوم ہوا وہابی مولوی الیاس اثری کا "صلعم" لکھنا عظیم غلطی، اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے محرومی، بہت بڑی وعیدوں کا مستحق بننا اور سخت ناجائز وبدعت پر مبنی ہے...لہذا وہابیوں کے اصول کے مطابق یہاں پر یہ حدیث پاک پڑھی جاسکتی ہے۔

كل بدعة ضلالة و كل ضلالة في النار.

(نسائی مع تعلیقات ج ۱ ص ۱۸۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰)

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔

۲۔ اپنے فتوے کی تیسری لائن میں وہابی مفتی نے لکھا ہے: "فتقدم رسول الله صلعم"...حالانکہ اصل میں عبارت یوں تھی "فتقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم".....انہوں نے درود شریف کے مکمل جملے کو بدل کر "صلعم" کر دیا.....کتاب کی عبارت میں تحریف بھی کی اور بدعت کا ارتکاب بھی۔

۳۔ اسی روایت سے درود ابراہیمی کو خاص کرنے کیلئے یہ کرتب دکھایا کہ "فصلى

مذہب کو ثابت کرنے کیلئے حدیث میں تحریف وخیانت کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان گھڑنا کسقدر مذموم، باعث شرم، حیا سوز اور ایمان کش حرکت ہے۔

اس سلسلہ میں مولوی الیاس اثری پر ہی کیا افسوس، اپنے خود ساختہ مذہب کو ثابت کرنے کیلئے اس قسم کی ظالمانہ حرکات وہابیوں کے اکثر مفتی، شیخ الحدیث اور شیخ القرآن کرتے ہی رہتے ہیں۔

۷۔ وہابی مفتی نے ایک دھوکہ یہ دیا کہ آخر میں لکھا: ''دوسری کسی سورت کے ملانے کا ذکر سنن نسائی کتاب الجنائز میں ہے''۔ ہمارا وہابی صاحب کو چیلنج ہے کہ وہ ہمت کریں سنن نسائی کے کسی صفحہ سے نکال دکھائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی تکبیر کے بعد دوسری سورت کو ملایا تھا اور کتاب الجنائز سے اپنا پورا طریقہ ثابت کریں۔

لیکن ۔ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

اس روایت سے وہابیوں کا مروجہ طریقہ ثابت نہیں ہوتا:

بڑی کوشش کے بعد تلاش کی گئی وہابیوں کی اس نئی نرالی اور منفرد روایت کا پہلے ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، اور پھر دیکھیں کہ کیا اس روایت سے وہابیوں کا مروجہ نماز جنازہ کا مکمل طریقہ ثابت ہو جاتا ہے؟

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، پھر آپ نے تکبیر کہی تو ام القرآن (فاتحہ) کو پڑھا، سو اونچی آواز سے قرات کی، پھر دوسری تکبیر کہی تو اپنے اوپر اور تمام رسولوں پر درود پڑھا، پھر تیسری تکبیر کہی تو میت کیلئے دعا مانگی، پس آپ نے کہا: ''اے اللہ! اسکی مغفرت فرما، اور اس پر رحم فرما اور اسکا درجہ بلند فرما۔ پھر آپ نے چوتھی تکبیر

کہی تو مومنین ومومنات کیلئے دعا مانگی، پھر سلام پھیر دیا۔ (المعجم الاوسط ج ۵ ص ۳۷۱)

اس روایت کے ترجمہ سے بالکل واضح ہے کہ یہ روایت وہابیوں کے موقف کی حمایت نہیں کرتی..... کیونکہ اس میں وہابیوں کے درج ذیل امور مذکور نہیں ہیں:

(۱) ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرنا۔ (۲) ثناء پڑھنا۔ (۳) کوئی دوسری سورت ملانا۔ (۴) درود ابراہیمی پڑھنا۔ (۵) ایک جنازہ میں متعدد دعائیں مانگنا۔ (۶) پورا جنازہ بلند آواز سے پڑھنا۔ (۷) امام دعائیں پڑھے اور مقتدی صرف آمین آمین پر اکتفاء کریں۔ (۸) چوتھی تکبیر کے فوراً بعد سلام پھیر دینا۔

وہابیوں کا اس حدیث پر عمل نہیں:

اس حدیث میں کئی ایسے امور ہیں، جن پر وہابیوں کا عمل نہیں ہے۔ مثلاً

۱۔ اس روایت میں صرف سورۃ فاتحہ کو اونچی آواز سے پڑھنے کا ذکر ہے، جبکہ وہابی حضرات پورا جنازہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔

۲۔ اس روایت میں تیسری تکبیر کے بعد صرف ایک دعا اور وہ بھی ان الفاظ سے کرنے کا ذکر ہے: ''اللھم اغفرلہ، وارحمہ، وارفع درجتہ''..... جبکہ وہابی حضرات متعدد دعائیں پڑھتے ہیں، جن میں یہ دعا نہیں ہوتی۔

۳۔ اس روایت میں چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام پھیرنے سے پہلے مومن مرد اور مومن عورتوں کیلئے دعا کرنے کا بھی ذکر ہے، جس پر وہابیوں کا قطعاً عمل نہیں۔

۴۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام رسولوں پر بھی ''صلوٰۃ'' پڑھنے کا ذکر ہے، وہابی لوگ اسے نہیں اپناتے۔

معلوم ہوا کہ اس روایت میں وہابیوں کے مروجہ نماز جنازہ کی مکمل ترتیب کا ہونا تو در کنار سرے سے ان کا اس حدیث پر عمل ہی نہیں۔

مذکورہ روایت کے راویوں پر جرح:

اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی وہابیوں کا موقف ثابت نہیں ہوتا... جبکہ اس روایت کے راویوں پر جرح بھی موجود ہے.... ملاحظہ ہو! اسکا تیسرا راوی یحییٰ بن یزید بن عبدالمالک النوفلی ہے۔ امام ذہبی لکھتے ہیں:

" قال ابو حاتم: منکر الحدیث، لا ادری منه او من ابیه".

(میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۱۴، ترجمہ نمبر ۹۶۵۱)

"یعنی ابوحاتم نے اسے منکر الحدیث کہا اور کہتے کہ میں اس سے یا اس کے باپ سے کچھ نہیں جانتا"۔

پانچویں راوی زہری ہیں جو "عن" سے روایت کر رہے ہیں مثلاً " حدثنا ابو عبادة الزرقی، عن الزهری، عن عبید الله بن عبدالله بن عتبة" ....اور وہابیوں کا اصول ہے کہ جب "زہری"، "عن" کیساتھ روایت کرے تو وہ "صحیح" نہیں ہوتی.... مولوی عبدالرحمان مبارکپوری غیر مقلد نے لکھا ہے: "یہ حدیث کیسے صحیح ہو سکتی ہے، کیونکہ اس کی سند میں زہری ہے اور وہ مدلس ہے، اس نے عن کیساتھ روایت کی ہے"۔ (ابکار المنن ص ۶۱)

معلوم ہوا وہابیوں کے اصول کے مطابق یہ روایت حجت نہیں...

اس روایت کا مقام صاحب کتاب کے نزدیک:

صاحب کتاب امام طبرانی نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے:

لم یرو هذا الحدیث عن الزهری الا ابو عبادة الزرقی ولا عن ابی عبادة الا یحییٰ بن یزید، تفرد به سلیم بن منصور.

(المعجم الاوسط ج ۵ ص ۳۷۱)

یعنی زہری سے اس روایت کو صرف ابو عبادہ زرقی نے بیان کیا ہے (اسکے باقی شاگرد یہ بیان نہیں کرتے) اور ابو عبادہ سے صرف یحییٰ بن یزید نے بیان کیا ہے (اور یحییٰ بن یزید زبردست مجروح ہے)۔ یہ روایت سلیم بن منصور کا تفرد ہے۔ (اس پر دیگر راویوں کا اتفاق نہیں)

یہ روایت امام ہیثمی کے نزدیک:

امام نورالدین علی بن ابوبکر ھیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه یحییٰ بن یزید بن عبدالملک النوفلی وهو ضعیف۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۶)

اس روایت کو طبرانی نے اوسط میں بیان کیا اور اس میں یحییٰ بن یزید بن عبدالملک نوفلی راوی ہے، اور وہ ضعیف ہے۔

اب بتایئے!... وہابیوں کیلئے اس میں کیا دلیل رہ گئی؟

دوسری روایت کی حقیقت: وہابی مفتی الیاس اثری نے آخر میں لکھا ہے:

"دوسری کسی سورت کے ملانے کا ذکر سنن نسائی کتاب الجنائز میں ہے"...

وہ روایت کونسی ہے؟ اسکا متن اور سند کیا ہے؟... وہابی مفتی نے اسکا ذکر ہرگز نہیں کیا ورنہ۔ اگر وہ اس کا ذکر کر دیتے تو ان کا سارا بھرم کھل جاتا... لیجیے!.... ہم اس حدیث کا

متن مع سند پیش کیے دیتے ہیں:

"اخبرنا الهيثم بن ايوب قال حدثنا ابراهيم وهوابن سعد قال حدثنا ابى عن طلحة بن عبدالله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازةفقرأ بفاتحة الكتاب وسورة وجهر حتى اسمعنا، الحديث"۔ (نسائی ج۱ص۲۲۸)

ترجمہ: یعنی ابن عوف نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس کے پیچھے جنازہ پڑھا، پھر آپنے سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھی اور اونچی آواز سے پڑھا حتٰی کہ ہمیں سنادیا......غور فرمائیں!

۱۔ اس روایت میں صرف اس قدر ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک جنازہ پڑھا تو سورت فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی، یہاں تک کہ لوگوں نے سن لیا.....نماز جنازہ کے باقی امور (تکبیرات، رفع یدین، درود، دعاؤں وغیرہ) کا کوئی ذکر نہیں...لہذا وہابی حضرات انہیں بھی ترک کردیں۔

۲۔ یہ روایت صریح مرفوع نہیں۔

۳۔ اس میں کوئی صراحت نہیں کہ کونسی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھی گئی.....

۴۔ اس حدیث کا صحیح معنٰی یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک جنازہ پڑھا تو پھر سورہ فاتحہ اور دوسری سورت کو پڑھا....جسکا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جنازہ پڑھ کر ایصال ثواب کیلئے بعد میں فاتحہ وغیرہ پڑھی....

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"واحتمال دارد کہ بر جنازہ بعد از نماز بقصد تبرک خواند باشد چنانچہ الآن متعارف است" (اشعۃ اللمعات ج۱ص۶۸۲)....

یعنی یہ مطلب بھی ہے کہ انہوں نے نماز کے بعد برکت کیلئے فاتحہ وغیرہ پڑھی، جیسا کہ آج بھی رواج ہے.....(بخاری ومسلم کا راوی ہے)

۵۔ اس تمام بحث کے باوجود اس روایت پر جرح بھی کی گئی ہے....اس کی سند میں ابراہیم بن سعد ہے، امام ذہبی لکھتے ہیں.....اشار يحيىٰ القطان الى لينه....(معرفۃ الرواۃ ص۳۱)......یحیٰی قطان نے اسے کمزور کہا ہے، امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں، میں نے اپنے باپ (امام احمد) سے سنا کہ یحیٰی بن سعید کے پاس عقیل اور ابراہیم بن سعد کا ذکر کیا گیا "فجعل كانه يضعفهما" (تہذیب ج۱ص۱۲۲، میزان ج۱ص۳۳، ۳۴، الکامل ج۱ص۲۳۶) تو گویا انہوں نے دونوں کو ضعیف قرار دیا۔ امام بیہقی نے کہا ذكر السورة غير محفوظ (سنن کبریٰ ج۴ ص۳۸، تلخیص الحبیر ج۳ص۱۱۹)۔ یعنی اس روایت میں سورت کا ذکر محفوظ نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس روایت کو نقل کیا لیکن اس میں سورت کا لفظ ذکر نہیں کیا (بخاری ج۱ص۱۷۸)۔ لہذا یہ روایت مضطرب ٹھہری۔

علامہ عراقی کہتے ہیں۔ قال ابن العرابى فى عارضة الاحوذى ضعفة مالک" (ذیل میزان الاعتدال ص۱۹۸)...ابن عرابی نے عارضۃ الاحوذی میں بیان کیا ہے کہ اس راوی کو امام مالک نے ضعیف کہا ہے۔

لہذا یہ روایت بھی ان کے کام نہ آئی۔

وہابی حضرات کا دعوٰی ہے کہ ہمارا مسلک صرف قرآن اور حدیث صحیح ہے، لہذا انہیں اپنے خود ساختہ مذہب کو ثابت کرنے کیلئے ایسی روایات کو پیش نہیں کرنا چاہیئے۔

وھابیوں کے اصول:

وہابی حضرات کو کسی بھی مسئلہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اپنے اصول ضرور یاد رکھنے چاہییں پھر ان کی روشنی میں دلیل دینی چاہیئے.....ان کے اصول درج ذیل ہیں:

۱۔ وہابیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے:

''اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں، کتنے پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں، کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتیں جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں، ان سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام کو اصل رکھیے، اس کی سند پکڑیئے''۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۵، ۲۶)

بلکہ اسماعیل دہلوی کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے قول کو شریعت مان لینا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۹)

۲۔ مولوی محمد جوناگڑھی نے لکھا ہے: ہاتھ بھی دو ہیں اور دلیلیں بھی دو ہیں۔ (ملخصاً) (طریق محمدی ص ۱۹)

مزید لکھا ہے کہ: نبی کی بات معتبر نہیں ہے (ملخصاً)۔ (طریق محمدی ص ۶۱، ۵۹، ۵۷)

۳۔ مولوی عبدالغفور اثری نے لکھا ہے:

مصطفےٰ سے ہم کو ورثے میں ملی ہیں دو کتاب.....ایک کلام اللہ اور دوسرا آپ کا فصل الخطاب۔ (ہم اہلحدیث کیوں ہیں؟ ص ۲۳)

نماز جنازہ کے متعلق وہابیوں کے یہ مسائل بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

سطور ذیل میں بیان کیئے گئے مسائل بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، جبکہ وہابی حضرات ان پر عمل پیرا ہیں:

۱۔ نماز جنازہ کی دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھنا۔

۲۔ نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھنا۔

۳۔ امام دعائیں مانگے اور مقتدی صرف آمین آمین کہیں۔

۴۔ نماز جنازہ میں متعدد دعائیں مانگنا۔

۵۔ ہر تکبیر کیساتھ رفع یدین کرنا۔

۶۔ نماز جنازہ میں سینے پر ہاتھ باندھنا۔

۷۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء، فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھنا۔

۸۔ غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا۔

۹۔ دفن میت کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنا۔

۱۰۔ میت کی فوتگی اور جنازے کے وقت کا بار بار لاؤڈ اسپیکر پر اعلانات کرنا۔

۱۱۔ جنازہ کیلئے وقت مقرر کر کے مساجد، رکشوں اور اشتہارات کے ذریعے سے مشہوری کرنا، اور مخصوص مولوی کا تعین کرنا۔

مسئلہ نماز جنازہ پر وہابی علماء کے نوادرات اور تضاد بیانیاں و بہتان تراشیاں

نماز جنازہ سے متعلق مسائل کے بارے میں وہابی علماء کے چند لطائف ہنوادرات، تضاد بیانیاں اور بہتان تراشیاں بھی ملاحظہ ہوں!....ان کا زبانی دعوٰی یہ ہے کہ ہمارا مسلک صرف قرآن اور حدیث صحیح ہے، اور بس!....لیکن دیکھئے!...ان کی تحریریں کیا کہتی ہیں:

(۱) بلند آواز سے جنازہ پڑھنے کی رسم سب سے پہلے دہلی میں مولوی عبدالوہاب نے ڈالی۔ (مقدمہ تفسیر ستاری ص ۱۵)

(۲) مولوی ابوالبرکات نے لکھا ہے: ''نماز جنازہ میں سبحانک اللہ الخ کا ذکر حدیث میں نہیں آیا، چونکہ نماز جنازہ بعض شرائط وارکان کے لحاظ سے دوسری نمازوں سے ملتی جلتی ہے، لہٰذا اگر پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں''۔ (فتاوٰی برکاتیہ ص ۷۰)

اگر وہابیوں کے نزدیک جو کام قرآن و حدیث میں نہ ہو وہ بدعت ہے تو بتایا جائے اس مولوی صاحب نے اس بدعت کی حمایت کیوں کی؟.... اگر قیاس ''کارِ شیطان'' ہے تو ابوالبرکات نے محض قیاس سے سبحانک اللہ الخ کو نماز جنازہ میں داخل کیوں کیا؟.....اگر نماز جنازہ کو دوسری نمازوں پر قیاس کر کے اس میں ثناء پڑھنا درست ہے تو اسے باقی نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے، بعد میں دعا مانگنا کس صریح، صحیح، مرفوع حدیث کے خلاف ہے؟....وہابی حضرات اس کی سر توڑ مخالفت صرف اہلسنت سے

ات کی وجہ سے ہی کرتے ہیں۔

(۳) مزید لکھا ہے: اگر سورۃ فاتحہ پڑھیں تو وہ بھی حمد وثناء کے قائم مقام ہے۔ (ای برکاتیہ ص ۷۰)....اب وہابی حضرات حنفیوں کے موقف کے قریب آچکے ہیں، مارے نزدیک بھی فاتحہ کو ثناء کی نیت سے پڑھنا درست ہے، فرض، واجب نہیں۔

(۴) مولوی ابوالبرکات نے لکھا ہے:

''نماز جنازہ میں فاتحہ کے علاوہ حمد وثنا کا ذکر نہیں آیا''۔ (ایضاً)...

جبکہ مولوی عبدالغفور اثری نے، احسن الکلام ص ۱۱۱ پر لکھا: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز جنازہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، تحمید و تمجید اور دعا کا مجموعہ ہوتا ہے''۔ اور ص ۱۱۵ پر ''حمد'' کی روایت بھی لکھی....مولوی عطاء اللہ حنیف نے ''پیارے رسول کی پیاری دعائیں'' ص ۵۱ پر بحوالہ عون المعبود لکھا: ''نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ باقاعدہ وضو کر کے قبلہ رو ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ کر سینہ پر ہاتھ باندھ لے اور ثناء، تعوذ اور سورۃ فاتحہ پڑھے''.....

مولوی خالد گرجاکھی نے ''مختصر صلوٰۃ النبی'' ص ۵۷ پر جنازہ میں ثناء کا ذکر کیا....

اور مولوی اسماعیل سلفی نے ''رسول اکرم کی نماز'' ص ۲۷ پر لکھا: ''پہلی تکبیر کے بعد ثناء، سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت اس کیساتھ ملائی جائے''۔

اب بتایا جائے کہ ابوالبرکات جھوٹا ہے یا یہ چار مولوی؟...کیونکہ اس نے ثناء کا انکار کیا، اور انہوں نے اقرار کیا ہے۔

(۵) مولوی اسماعیل سلفی نے لکھا ہے: ''عبداللہ بن عمر جنازہ کی تکبیرات میں رفع الیدین کرتے تھے''۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۶)۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ص ۱۲۷)

یہ مولوی اسماعیل کا سراسر جھوٹ اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے

علاوہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر بھی بہتان ہے۔ کیونکہ بخاری ج ۱ ص ۱۷۶ پر یہ مسئلہ نہیں ہے کہ وہ ہر تکبیر کیساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

(۶) اسماعیل سلفی نے ایک حدیث ان الفاظ کیساتھ درج کی ہے "عن ابن عباس انہ قرء علی الجنازہ بفاتحۃ الکتاب فقال لتعلموا انها سنة" ...اس پر بخاری ج ۱ ص ۱۷۸ کا حوالہ دیا ہے۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۱۲۷)

یہ بھی بہتان اور جھوٹ ہے، بخاری میں عبارت یوں نہیں ہے۔

(۷) اسماعیل نے "عن ام شریک امرنا الحدیث ....کی روایت ابن ماجہ ص ۱۰۹ کے حوالے سے لکھی ہے۔ (ایضاً)...... یہ بھی جھوٹ ہے یہ جملہ بعینہٖ ابن ماجہ میں نہیں ہے، اہلحدیث کہلا کر احادیث میں کتر بیونت اور تحریف وخیانت وہابیوں کا ورثہ ہے۔

(۸) اسماعیل نے لکھا ہے

"کرایہ دار مولوی صاحبان جنازہ جلدی ختم کرنا چاہتے ہیں"۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۱۲۷)۔۔ احناف کو کرایہ دار کہنا خبث باطن کا اظہار ہے، حنفی لوگ تو ثناء، درود اور دعا بجالا کر ہی جنازہ مکمل کرتے ہیں، جبکہ وہابی ملوانے لمبی لمبی دعائیں، چیخ، چلا کر، بدعتیں اپنا کر اور سنت کو ملیا میٹ کر کے ضرور اپنے لیئے ہوئے "کرایہ" کا حق ادا کرتے ہیں...ورنہ وہابی حضرات بتائیں کہ احناف کا ادا کیا ہوا جنازہ کس حدیث کے خلاف ہے اور تمہارا مروجہ جنازہ کہاں سے ثابت ہے؟ اگر وہابیوں کا کھایا ہوا "نمک" حلال کرنا ہے تو ایک ایک شق حدیث صحیح صریح مرفوع سے ثابت کریں، ورنہ ہم سمجھ جائیں گے یہ "کرایہ دار" حق نمک ادا نہیں کرتے، اور کرایہ لیتے تو ہیں لیکن حلال نہیں کرتے۔ اسماعیل سلفی تو شاید مطمئن ہو کہ میں نے احادیث میں ردوبدل اور تحریف وخیانت

کے "کرایہ" حلال کر دیا ہے۔ لیکن: این خیال است ومحال است وجنون

(۹) مولوی عبدالغفور اثری نے جنازہ کی دوسری تکبیر کے بعد "درود شریف" ضروری قرار دیا ہے۔ (احسن الکلام ص ۱۱۱)

لیکن ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنے کے باوجود وہ کوئی صریح، صحیح مرفوع روایت پیش نہیں کر سکے جس میں یہ جملہ ہو کہ، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف ضروری ہے.... محض قیاس اور سینہ زوری سے کام لیا ہے.... کہ یہ بھی ایک نماز ہے، لہذا اسکی دعا سے پہلے درود ہونا چاہیئے اور درود بھی ابراہیمی ہونا چاہیئے۔ (احسن الکلام ص ۱۱۱، ۱۱۶)

پھر خود ہی مان گئے کہ نماز جنازہ میں پڑھنے کیلئے درود شریف کے کوئی خاص الفاظ صحیح احادیث سے ثابت نہیں۔ (ص ۱۱۶)۔

جب یہ چیزیں احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں تو اس پر زور کیوں؟ افسوس امتیوں کے قول کو حجت نہ ماننے والوں اور قیاس کے مخالفوں نے آج انہیں چیزوں کا سہارا لیا ہے، یہ چیزیں ممنوع تو صرف احناف کے لیے ہیں.... خود وہابیوں کیلئے تو سب کچھ حلال ہے لیکن یہ تو واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا کوئی اصول اور کوئی مذہب نہیں ان کے نزدیک جو آج حرام ہو کل حلال ہو جاتا ہے۔

پھر اثری صاحب نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے بزعم خود ر چشم بدور چار احادیث بھی پیش کی ہیں، اور طرفہ یہ کہ چاروں روایات ایک دوسری کی مخالف اور ان روایات میں دوٹوک فیصلہ ہے کہ جنازہ آہستہ پڑھنا چاہیئے۔ لیکن ان لوگوں کو سنت پر عمل کرنے سے اسقدر دور کر دیا گیا ہے کہ خود احادیث لکھ کر بھی ان پر عمل کی توفیق نہیں باقی۔ اور مزے کی بات یہ کہ اپنی کشتی وہابیت کو سہارا دینے کیلئے آخر میں لکھ مارا" کہ نماز

جنازہ میں سورۂ فاتحہ بلند آواز کے ساتھ پڑھنا اور اس کے ساتھ دوسری سورت ملانا دوسری احادیث صحیحہ وصریحہ سے ثابت ہے''۔ (ص ۱۱۶)..... سراسر جھوٹ اور بہتان... مولوی صاحب اپنے پیش کردہ حوالہ جات (بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، سنن ابوداود ج ۲ ص ۱۴، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۲۸ واللفظ لہ) سے اپنا پورا موقف اور مروجہ عمل نکال دکھائیں تو منہ مانگا انعام پائیں... ورنہ محدثین اور کتب احادیث کے ساتھ گھناؤنا کھیل کھیلنے سے باز آئیں، اس طرح مسلک ثابت نہیں ہوسکتا۔ انہیں اپنے وہابیانہ اصول وقوانین کا تو پاس ہونا چاہئے انہوں نے پہلے روایات لکھ کر آہستہ پڑھنا سنت ثابت کیا اور اب بلند آواز سے ثابت کیا۔ دونوں میں تعارض ہے، کم از کم عقل مستعار لے کر اتنا تو سوچ لیا ہوتا کہ میں کیا لکھ رہا ہوں لیکن ان لوگوں کو احناف دشمنی کچھ سوچنے نہیں دیتی۔

(۱۰) مولوی خالد گرجاکھی نے (بخاری، مسند شافعی) کے حوالے سے یہی جھوٹ بولا ہے کہ ''جنازہ میں قرأت دعا وغیرہ اونچی آواز سے بھی اور آہستہ آواز سے بھی پڑھ سکتا ہے''۔ (مختصر صلوٰۃ النبی ص ۵۷) ان کتابوں میں اونچی آواز کی روایت نہیں ہے۔

(۱۱) مولوی صادق سیالکوٹی نے بھی ''صلوٰۃ الرسول'' ص ۴۳۴ پر ابن ماجہ کے حوالے سے عربی عبارات لکھی ہیں، جو کہ مذکورہ کتاب میں نہیں ہیں۔ یہ مولوی صادق کا جھوٹ اور بہتان ہے۔ کم از کم انہیں اپنے نام کی تو لاج رکھنی چاہیے۔

(۱۲) صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے: ''امام اور سب لوگوں کو بڑے خلوص اور عاجزی سے رو رو کر میت کیلئے دعائیں کرنا چاہئے''۔ (ص ۴۳۶)۔ اور ص ۴۳۸ پر بھی یہی لکھا ہے لیکن یہ سراسر من مانی اور بدعت ہے، حدیث میں رو رو کر دعائیں مانگنے کا حکم نہیں ہے۔

(۱۳) مزید لکھا ہے ''میت کی مغفرت کیلئے لکھی ہوئی دعائے ذیل بھی ضرور پڑھا یا''۔ (ص ۴۳۶) یہ بھی وہابی مولوی کی شریعت سازی ہے۔ حدیث پاک میں الھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ الخ دعا کو ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ ورنہ ہابی حضرات ثابت کریں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ہر جنازہ میں پڑھی ہو ضروری قرار دا اور اسے ضروری قرار دیا ہو۔

(۱۴) مزید یہ جھوٹ بولا کہ جنازہ میں امام کو قرأت، دعا اونچی آواز سے پڑھنی ہئے۔ (ص ۴۴۰) مسلم شریف میں یہ بات نہیں ہے

یہاں تک تبصرہ صرف ان کتب پر کیا گیا ہے جو فی الحال ہمارے سامنے ہیں، ں کا حال خدا جانتا ہے۔

ئین کرام!.... یہ ایک ہی مسئلہ پر وہابیوں کے جھوٹ، خرد برد، تحریف وخیانت، دھوکہ یب کاریاں ہیں.... اگر ایک مسئلہ میں اتنا کچھ ہے تو باقی مسائل میں کیا کچھ نہ کرتے ں گے۔ ملاحظہ فرمائیں! اہلحدیث کہلانے والے اندر کھاتے احادیث کیساتھ کسقدر انی سازشیں کرتے ہیں۔ فیصلہ کریں ان لوگوں نے حدیث کا نام لے کر کتنا ناجائز ا اٹھایا ہے۔

؎ ہماری وضع داری ہے کہ ہم خاموش ہیں ورنہ
یہ رہزن ہیں جنہیں تم رہبر سمجھتے ہو

(۱۵) مولوی زبیر علی زئی نے لکھا ہے: ''جنازہ میں قرأت وغیرہ جہراً بھی جائز ہے، سا کہ البخاری وسنن النسائی سے ظاہر اور سراً بھی جیسا کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی میں ہے''۔ (ہدیۃ المسلمین ص ۹۳)

یہ مولوی زبیر کے ایک ہی سانس میں متعدد جھوٹ اور بخاری، نسائی اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ پر بہتانات بھی، کیونکہ نہ تو بخاری ونسائی سے ان کی پیش کردہ روایات میں کوئی ایسا لفظ ہے جسکا یہ معنٰی ہو کہ قرأت وغیرہ جہراً جائز ہے، یہی وجہ ہے کہ دونوں کتب سے پیش کی گئی روایات کے ترجمہ میں مولوی زبیر کو اپنا نجدی دھرم بچانے کیلئے یہ لفظ اپنی طرف سے لکھنے پڑے۔ (اور ایک سورت بلند آواز سے)....زبیر کے اس جھوٹ پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ خود ان کے دلگیر مولوی مبشر ربانی نے دوٹوک کہہ دیا ہے کہ "جہری پڑھنا استدلالاً ثابت ہے، اس لئے آہستہ پڑھنا زیادہ قوی وبہتر ہے"۔

(آپ کے مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں ج ۱ ص ۲۲۵)

معلوم ہوا بلند آواز سے جنازہ کا ثبوت کسی حدیث سے صراحۃً اور ظاہراً ثابت نہیں ہے۔ یہ وہابیوں کی محض سینہ زوری ہے۔

اور ایسے ہی حضرت ابو امامہ کی روایت میں "قرأت وغیرہ" کیساتھ اونچی یا آہستہ آواز کی کوئی وضاحت نہیں، اُنمیں صرف یہ ہے کہ "اپنے دل میں دائیں طرف سلام پھیر دو"۔ (ہدایۃ المسلمین ص ۹۳)

یہ مولوی زبیر کا ترجمہ ہے: ترجمے میں بھی قرأت اور دیگر امور کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں ہے۔ صد افسوس!... کہ مولوی زبیر کا تعارف تو اس لحاظ سے کرایا جاتا ہے۔ "حمیت حدیث ان کا امتیاز اور صیانت حدیث ان کا مقصد حیات ہے"۔

(ہدایۃ المسلمین ص ۵)

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ "حدیث میں تحریف ان کا امتیاز، محدثین وصحابہ کرام پر بہتان ان کا اعزاز اور دلائل شرع توڑ مروڑ کر محض اپنے مذہب کی ڈوبتی ناؤ کو کمزور سہارا

یا ان کا طرۂ امتیاز ہے"۔ اور اگر مزید ذوق آجائے تو احادیث رسول کے سراسر انکار بھی ذرا بھر نہیں شرماتے۔ جس کی تفصیل ہمارے اس خط میں ہے جو ہم نے انہیں انہ کر دیا ہے، اور وہ جواب دینے سے قاصر اور عاجز ہیں۔

(۱۱) ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگانے کی ایک مثال ملاحظہ ہو!...

لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں وہی درود پڑھنا چاہیئے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (یعنی نماز والا)۔ (ہدایۃ المسلمین ص ۹۳)۔

ہمارا انہیں کھلا چیلنج ہے کہ کسی ایک صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث سے ثابت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں فلاں وقت "نماز والا" درود پڑھا تھا۔ ورنہ وہ اس بہتان سے توبہ کریں۔ لیکن ان سے اس کی توقع نہیں ہے۔

(۱۲) مزید لکھا ہے: "رحمت وترحمت" والا خود ساختہ درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ (ص ۹۳)۔ چونکہ ان الفاظ سے درود کا تقاضہ پورا ہو جاتا ہے، لہذا انہیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ بعض روایات میں رحمت وترحمت کے الفاظ موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو! (سعادۃ الدارین ص ۲۳۱، ص ۲۳۰)۔ اور زبیر کے دلبر صلاح الدین یوسف نے مانا ہے کہ درود مختلف صیغوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔

(حاشیہ قرآن ص ۱۱۱۰ مطبوعہ سعودی عرب)

لیکن تمہارے ثناء اللہ امرتسری نے درود ابراہیمی کے علاوہ سب درودوں کو الی قرار دیا ہے، لہذا وہابی حضرات صلی اللہ علیہ وسلم، علیہ السلام، علیہ الصلوٰۃ والسلام اردو یا عربی زبان میں بناوٹی، جعلی، من گھڑت اور خود ساختہ درود کیوں پڑھتے ہیں؟

اس پر ایک پوری فہرست تیار کی جاسکتی ہے۔ لیکن مثال کے طور پر زبیر علی زئی کی اسی کتاب ہدایۃ المسلمین کے ص ۵ پر ’’علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم ‘‘ اور ص ۱۱ پر ’’الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین‘‘ کے الفاظ سے درود پڑھا گیا ہے۔ بتایئے اس کی کیا دلیل ہے؟ کیا تمہارے یہ خود ساختہ درود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ۔ ہمت ہے تو میدان میں آؤ ورنہ!

(۱۸) ڈاکٹر خالد محمود بھٹی امیر جماعت اہل حدیث حضرو ضلع اٹک نے لکھا ہے:

’’نماز جنازہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ نے سنت کے مطابق، جہراً پڑھائی‘‘۔ (ماہنامہ الحدیث حضرو ص ۲۲، ستمبر ۲۰۰۵ء)

نماز جنازہ کے جہراً سنت ہونے پر وہابیوں کے پاس کوئی صریح، صحیح، مرفوع روایت نہیں ہے۔ جس شخص کو سنت سے آشنائی نہیں اسے شیخ کی فضیلت نہیں، بلکہ وہابیوں کی فضیحت اور ندامت کا باعث کہنا چاہیئے۔ خود مولوی زبیر نے تسلیم کیا ہے کہ جنازہ آہستہ پڑھنا افضل ہے۔ (الحدیث، اکتوبر ۲۰۰۵ء)

سوچیے!.... ان لوگوں کی حالت کس قدر قابل رحم ہے کہ جنہیں افضل چیز پر عمل کرنے سے محروم رکھا گیا ہو، کیونکہ مان کر عمل کرنا بھی ہر کسی کے بس کا روگ نہیں کیونکہ....

۔ ایں طاقت بزور بازو نیست

(۱۹) مولوی زبیر صاحب نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے، کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر جنازہ ہو جاتا ہے۔

(ہدایۃ المسلمین ص ۹۳)

اس کے جواب میں تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ

ام رضی اللہ عنہم سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہے، کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر جنازہ نہیں ہوتا... ازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔... اگر کوئی ایسی صحیح، صریح روایت ہو تو پیش کرو، خیالی پلاؤ پکانے سے گریز کرو۔

(۲۰) مزید لکھا ہے: یا انہوں نے سورۃ فاتحہ کے بغیر جنازہ پڑھا ہو۔ (ایضاً)۔ اس تفاق بھی کوئی صحیح، صریح روایت پیش کریں کہ انہوں نے کوئی جنازہ بغیر سورۃ فاتحہ نہیں پڑھا... دیدہ باید

(۲۱) مولوی داؤد ارشد نے لکھا ہے: ’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے لند آواز سے جنازہ پڑھنا ثابت ہے‘‘۔ (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۲۸ و بیہقی ج ۴ ص ۳۸ و ابن حبان ج ۶ ص ۲۹)۔ (تحفۂ حنفیہ ص ۳۲۱)

یہ مولوی داؤد کا امام نسائی، بیہقی اور ابن حبان پر بہتان کے علاوہ خود سیدنا ضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر بہتان اور جھوٹ ہے۔ اگر مولوی صاحب میں م خم ہے تو وہ محولہ کتابوں سے کوئی صحیح، صریح روایت دکھائیں کہ جسمیں یہ لفظ ہوں کہ ’’حضرت ابن عباس نے بلند آواز سے جنازہ پڑھا تھا‘‘۔

دیگر مولویوں کی طرح یہ مولوی داؤد سراپا فسود بھی احناف اور فقہ حنفی کے خلاف اکثر آپے سے باہر رہتے ہیں۔ اور لوگوں کو یہ باور کراتے رہتے ہیں، کہ حدیث پر عمل تو صرف ہمارا حصہ ہے۔ اور ایک مقام پر تو یہاں تک گوہر افشانی کر گئے ہیں کہ: ’’ائمہ اربعہ میں سب سے زیادہ قرآن و سنت کی مخالفت فقہ حنفی میں پائی جاتی ہے‘‘۔

(تحفۂ حنفیہ ص ۲۰۵)

لیکن خود ان پر فقہ حنفی کی مخالفت یا طعن و تشنیع اور سب و شتم کا وبال یہ پڑا کہ

احادیث کی معروف کتابوں اور صحابہ کرام پر الزام، بہتان اور جھوٹ گھڑنے لگے۔

ویسے یہ ان کا کوئی نیا کام نہیں ان کے اکابر کہہ گئے ہیں، کہ

○.....صحابہ میں ایسے افراد بھی ہیں جنہیں رضی اللہ عنہ کہنا بھی درست نہیں اور وہ فاسق وفاجر ہیں۔ (کنز الحقائق ص ۲۳۴، نزل الابرار ج ۳ ص ۹۴ حاشیہ)

○..... بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھی کر چکے ہیں۔

(نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۸۰، ص ۱۹۹)

○.....بعض کے نزدیک صحابہ کرام مشت زنی بھی کرتے تھے۔ (عرف الجادی ص ۲۰۷)

تو اگر ان کے برخوردار اور خوشہ چیں صحابہ کرام پر بہتان بازی اور الزام تراشی کا ذوق پورا کریں تو ان پر کیا افسوس ہے۔ وہ اپنے اکابر کا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں

(۲۲) مزید لکھا ہے: ”سیدنا عوف بن مالک کی صحیح حدیث (مسلم ج ۱ ص ۳۱۱) سے نماز جنازہ کا بلند آواز سے پڑھنا ثابت ہوتا ہے، مگر حنفی اس سنت کے منکر ہیں“۔

(تحفۂ حنفیہ ص ۳۶۷)

حنفی تو اللہ تعالٰی کے فضل اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے کسی سنت کے منکر نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ دیوانوں بلکہ ”مستانوں“ کی دنیا میں رہتے ہیں، اور عقل و خرد سے عاری ہونا اور ذہنی تضاد کا شکار ہونا اس پر مستزاد ہے۔

اگر آپ جھوٹے نہ ہوتے تو آپ کو ایک صفحہ قبل مبشر ربانی کی یہ عبارت ضرور یاد رہتی کہ ”جہری“ پڑھنا استدلالاً ثابت ہے“ (ص ۳۶۶)

اور آپ ”استدلالاً“ (جسکا مطلب قیاس اور تاویل سے ثابت ہوتا ہے) کی

النیر محض احناف کو ”سنت کے منکر“ ثابت کرنے کیلئے اوچھے ہتھکنڈے ال لرتے ہوئے حدیث پر بہتان اور صحابی پر الزام لگانے سے ذرا نہیں شرماتے۔

اگر آپ کو وہابی مذہب کی کوئی لاج ہے تو ہمت کریں اور مرد میداں بنیں، مسلم کی جلد اوّل ص ۳۱۱ تو کیا اس کی دونوں جلدوں میں، حضرت عوف کے علاوہ الرم کے کسی صحابی کی روایت سے، کوئی ایک صحیح، صریح روایت پیش کریں کہ ”ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں صحابی کا جنازہ بلند آواز سے پڑھا تھا“.....تو آپ کی لع کیلئے ہم آپ کو وہی جلد بطور انعام دیں گے۔ لیکن......

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہماری گذارش ہے کہ احناف کے خلاف ذرا سنبھل کر بات کیا کریں، اور وصلہ کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ ورنہ یوں ہی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر سئلہ میں اختلاف ہو تو انسانیت اور ہوش و حواس کو قائم رکھ کر نشاندہی کریں، اپنے کو ضرور پیش کریں، لیکن اگر ایسی حیا سوز، غیر اخلاقی اور شرافت کی حدود کو پھلانگ کی تو اسکا خمیازہ بھگتنا ہی پڑے گا۔ لہذا اس پر شکوہ نہ کرنا، یہ تمہاری سراسر الت ہے کہ ایک طرف قیاس و تاویل کو جرم اور دین کے خلاف قرار دیتے ہو اور ی طرف اسے چھوڑتے ہوئے، تمہیں موت دکھلا دیتی ہے۔ اور اپنے مسائل بھی ثابت کرتے ہو، لیکن جھانسہ یہ دیتے ہو کہ یہ صراحۃً حدیث سے ثابت ہیں۔ بان لو کہ ہم آپ کے مکروہ چہرے سے مصنوعی تقدس کی جھوٹی نقاب چھین پھینکیں

گے کیونکہ:

۔ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

۱۔ وہابی حضرات جنازہ کی نیت کرنے پر نالاں ہوتے ہیں، جبکہ مولوی صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے: "دل میں نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھائیں" (صلوٰۃ الرسول ص۴۳۳)

کیا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ نماز جنازہ کی دل میں نیت کرے اور ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھائیں؟

۲۔ مولوی صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے: "جنازہ میں امام کو قرأت، دعا اونچی آواز سے پڑھنی چاہیئے"۔ (مسلم)۔ (صلوٰۃ الرسول ص۴۴۰)

یہ سراسر جھوٹ ہے، مسلم شریف کی دونوں جلدوں میں کسی مقام پر یہ حکم ہرگز نہیں۔

۳۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں ثناء (سبحانک اللھم الخ) نہیں پڑھنی چاہیئے۔ (کنز الحقائق ۴۱)

لیکن مولوی اسماعیل سلفی نے رسول اکرم کی نماز ص ۱۲۷۔ مولوی امام الدین رحمانی پشاوری نے "صلوٰۃ الصبیان" ص۴۳، مولوی عطاء اللہ حنیف نے "پیارے رسول کی پیاری دعائیں" ص۵۱، مولوی خالد گرجاکھی نے صلوٰۃ النبی ص۷۵، اور مولوی عبدالغفور اثری نے "احسن الکلام ص۱۱۱ پر ثناء پڑھنے کی ترغیب دی ہے.... قرآن اور حدیث صحیح کی تصریحات سے واضح کیا جائے کہ کونسا موقف سچا ہے۔

۴۔ نواب صدیق حسن بھوپالوی نے لکھا ہے "پس تنہا نماز کردن بر جنازہ صحیح باشد" (بدور الاہلہ ص۹۰)۔ یعنی اکیلے آدمی کا میت پر جنازہ پڑھ لینا صحیح ہے۔

اں کہ صحیح ہونے پر قرآن اور حدیث صحیح مرفوع درکار ہے؟....اور اگر یہ بات صحیح ہے تو ہابی ضرات نماز جنازہ باجماعت ادا کرنا ترک کر دیں!....

نواب صدیق حسن نے لکھا ہے کہ جنازہ پر چار تکبیروں سے زیادہ تکبیریں کہنا عت ہے، (بدور الاہلہ ص۹۱،۹۲)

جبکہ مولوی وحید الزماں نے لکھا ہے: "چار تکبیریں تو کم از کم ہیں، زیادہ بھی جائز ہیں" (کنز الحقائق ص۴۰)

اور مولوی صادق نے لکھا ہے: "نماز جنازہ کی تکبیریں چار، پانچ، چھ بھی کہہ سکتے ہیں" (صلوٰۃ الرسول ص۴۴۱)

حدیث صحیح، صریح، مرفوع کی روشنی میں بتایا جائے کہ سچا کون ہے، جائز کہنے والا یا بدعت کہنے والا؟

۶۔ مولوی صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں: "جنازہ غائبانہ بھی پڑھ سکتے ہیں"۔ (بخاری)۔ (صلوٰۃ الرسول ص۴۴۱)

صادق صاحب کا یہ بھی جھوٹ ہے۔ بخاری شریف کی دونوں جلدوں میں کسی مقام پر "غائبانہ جنازہ" کے کوئی لفظ نہیں ہیں....یہ امام بخاری پر بہتان ہے۔

۷۔ وحید الزماں نے لکھا ہے: "نماز جنازہ کے آخر میں صرف ایک طرف سلام پھیر لے۔ (کنز الحقائق ص۴۱)

جبکہ وہابی حضرات دونوں طرف سلام پھیرتے ہیں، بتایا جائے سچائی کس طرف ہے؟

۸۔ وہابیوں کے پیشوا ابن حزم نے لکھا ہے: "جب تک بچہ بالغ نہ ہو اس کی نماز

جنازہ پڑھنا جائز نہیں"۔ (المحلّی بالآثار)

لیکن وہابی حضرات نابالغ بچوں کا جنازہ بھی پڑھتے ہیں۔ بلکہ ان کے پیشوا وحیدالزماں نے لکھا ہے: "جو چار مہینے کا حمل ساقط ہو جائے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے"۔ (کنزالحقائق ص ۴۱)

حدیث صحیح، صریح، مرفوع سے اس کی دلیل مطلوب ہے... بولیے درست کیا ہے؟

۹۔ نواب صدیق نے لکھا: "نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا شرط ہے، فرض سے بڑھ کر سنت ہے"۔ (بدورالاہلہ ص ۹۲، فتاوائے علمائے حدیث ج ۵ ص ۴۳، ص ۱۴۲)

کونسی حدیث میں فاتحہ کو شرط اور فرض سے بڑھ کر کہا گیا ہے، یہ وہابیوں کی شریعت سازی نہیں ہے؟

۱۰۔ مولوی عبدالجبار عمرپوری نے عورت پر کفن کے علاوہ ڈالی جانے والی چادر کو بدعت مردودہ لکھا ہے، جبکہ مولوی علی محمد نے کہا کہ "اگر احادیث میں اسکا ذکر نہ بھی ملے تو یہ اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں، اس چادر کے بغیر میت بدنما معلوم ہوتی ہیں (فتاوی علمائے حدیث ج ۵ ص ۴۴) بتایا جائے بدعت مردودہ کو جائز کہنے والا اور اس کے بغیر میت کو بدنما قرار دینے والا کون ہے؟.... اس کے متعلق شرعی فیصلہ کیا ہے۔ اور کیا یہ قانون درست ہے کہ ہر عمل کیلئے قرآن وحدیث میں اسکا ذکر ہونا ضروری نہیں، اگر کوئی عمل قرآن وحدیث میں مذکور نہ ہو تو وہ ناجائز نہیں، بلکہ جائز ہوتا ہے؟

۱۱۔ فتاوٰی علماء حدیث ج ۵ ص ۱۳۲ پر ہے "جنازہ کو اٹھاتے وقت باری باری بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھنا، اسکا کوئی ثبوت خیرالقرون میں نہیں ملتا، مگر پھر بھی مستحب ہے"... لیکن وہابی لوگ اس پر چیں بجبیں ہوتے ہیں۔ بتایئے!.... بدعتی کسے کہیں؟ اور یہ

بھی معلوم ہوا کہ کسی عمل کے مستحب ہونے کیلئے اسکا خیرالقرون میں ہونا ضروری نہیں اگر کوئی اچھا عمل بعد میں بھی شروع ہو جائے تو وہ بدعت نہیں بلکہ مستحب ہوتا ہے۔

مسئلہ نماز جنازہ پر اہلسنّت کا موقف

اہلسنّت وجماعت (احناف) کا موقف یہ ہے کہ نماز جنازہ میں قیام اور چار تکبیریں فرض ہیں اور ان کی فرضیت اجماع امت سے ثابت ہے۔ پہلی تکبیر کے بعد تعریف وثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد میت کیلئے دعا ہے۔ ثناء، درود شریف اور دعا کیلئے منقولہ کلمات میں سے جو الفاظ وکلمات پڑھ لئے جائیں، جائز ہے۔ کیونکہ کسی خاص دعا یا الفاظ کو پڑھنے کا میں حکم نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا فرمان:

احناف کا یہ موقف سرتاج الفقہاء والمحدثین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ میت پر نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے؟۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جب جنازہ رکھ دیا جائے تو امام آگے بڑھ جائے اور لوگ پیچھے صفیں باندھ لیں امام رفع یدین کر کے تکبیر کہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ رفع یدین کر کے تکبیر کہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف وثناء کریں۔ پھر امام دوسری تکبیر کہے اور لوگ بھی بغیر رفع یدین کے اس کے ساتھ تکبیر کہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر امام تیسری تکبیر کہے اور لوگ بھی بغیر رفع یدین کے اس کے ساتھ تیسری تکبیر کہیں اور میت کے لیے استغفار اور اس کی شفاعت کریں، پھر امام چوتھی تکبیر کہے اور

لوگ بھی اس کے ساتھ بغیر رفع یدین کے تکبیر کہیں اور امام دائیں اور بائیں جانب سلام پھیر دے اور لوگ بھی سلام پھیر دیں۔ میں نے پوچھا:

کیا تعریف و ثناء، درود شریف اور میت کیلئے دعا با آواز بلند پڑھی جائے؟

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: نہیں، ان میں سے کسی چیز کو با آواز بلند نہ پڑھیں، بلکہ آہستہ پڑھیں۔ میں نے پوچھا: کیا امام اور اس کے پیچھے مقتدی قرآن مجید پڑھیں؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: نہ امام قرأت کرے اور نہ اس کی اقتداء میں مقتدی قرأت کریں"۔

(المبسوط ج ۱ ص ۴۲۳، ۴۲۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

فائدہ: موطا امام محمد، ابواب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی المیت والدعاء میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔ نیز امام مالک علیہ الرحمۃ کا بھی یہی موقف ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

احادیث مبارکہ..... اس موقف پر احادیث و آثار درج ذیل ہیں۔

○..... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ کی تعریف، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور پھر یہ دعا کرتے، اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں کو بخش دے..... (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۵، وفی نسخۃ ج ۳ ص ۱۷۹)

○..... حضرت ابو سعید مقبری کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم جنازہ کیسے پڑھیں؟ تو انہوں نے فرمایا: بے شک میں تجھے بتاتا ہوں، کیونکہ میں دوسروں سے زیادہ جانتا ہوں، جب میت رکھ دی جاتی ہے تو میں تکبیر کہتا ہوں اور اللہ کی تعریف (ثناء) کرتا ہوں، پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتا ہوں، پھر یہ دعا کرتا ہوں۔

.. امام محمد علیہ الرحمۃ نے بھی اس واقعہ کو درج کیا ہے اور آخر میں یہ جملہ لکھا: صحابہ ام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ کے آخری فعل کو دیکھا تو وہ چار تکبیر پر تھا، تو ان کا اجماع ہو گیا۔ (کتاب الآثار ص ۷۰، رقم الحدیث ۲۳۴ باب ۷۱)

.. امام نووی نے قاضی عیاض کے حوالے سے لکھا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سے نازے پر چار، پانچ، چھ، سات اور آٹھ تکبیریں بھی منقول ہیں۔ سب سے آخر میں آپ نے نجاشی پر جنازہ پڑھا اور چار تکبیریں کہیں، آپ کا آخری طریقہ یہی ہے، اسکے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعداد پر اختلاف ہوا، ابن عبدالبر کے قول کے مطابق چار تکبیروں پر اجماع ہو گیا، تمام فقہاء، تمام شہروں کے اہل فتویٰ کا احادیث صحیحہ کی روشنی میں چار پر اجماع ہوا۔ اس کے علاوہ زیادہ تعداد شاذ (نا مقبول) ہے، جسکی طرف التفات نہیں کیا جائیگا (نووی بر مسلم ج ۱ ص ۳۰۹، ۳۱۰)

.. حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کر دیا۔ (بیہقی جلد ۴ ص ۳۸، فتح الباری جلد ۳، التمہید ج ۶ ص ۳۳۴، الرزاق ج ۳ ص ۴۷۹، عون المعبود ج ۸ ص ۳۴۳، نیل الاوطار ج ۴ ص ۹۹، محلی ن ۵ ص ۱۲۴، سبل السلام ج ۲ ص ۱۰۳، التلخیص الجیر ج ۲ ص ۱۲۱)

وروی ایضا من طریق ابراهیم الحنفی انه قال اجتمع اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیت ابی مسعود فاجتمعوا علی ان التکبیر علی الجنازة اربع۔

(عون المعبود ج ۸ ص ۳۴۳، التلخیص ج ۲ ص ۱۲۱، نیل الاوطار ج ۴ ص ۹۹)

اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بندہ ہے، تیری بندی کا بیٹا ہے، یہ گواہی دیتا تھا کہ صرف تو معبود ہے اور محمد تیرے بندے اور رسول ہیں تو اسے خوب جانتا ہے، اگر یہ نیک تھا تو اسکی نیکی میں اضافہ فرما اور اگر گنہگار تھا تو اس سے درگزر کر، ہمیں اسکے اجر سے محروم نہ کر اور اسکے بعد ہمیں امتحان میں نہ ڈال!۔ (موطا امام محمد باب الصلوٰۃ علی المیت والدعاء، موطا امام مالک ص ۷۹، جلاء الافہام ص ۲۲۰، القول البدیع ص ۲۰۶)

ο..... حضرت شعبی فرماتے ہیں: پہلی تکبیر میں تعریف وثناء، دوسری میں درود شریف، تیسری میں میت کیلئے دعا اور چوتھی تکبیر سلام کیلئے کہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۵، فی نسخۃ ج ۳ ص ۱۷۹، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

تکبیرات جنازہ: نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں:

(۱) امام بخاری نے "باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا" کے تحت جنازہ میں چار تکبیریں کہنے پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے جنازۂ نجاشی پر چار تکبیروں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے معمول کا بھی ذکر کیا ہے۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۷۸)

ο..... امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے چار تکبیروں کی روایت درج کی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۰۹)

ο..... امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جنازۂ نجاشی پر رسول اللہ ﷺ کا چار تکبیریں کہنا درج کر کے لکھا ہے کہ اس باب میں حضرت ابن عباس، ابن ابی اوفی، حضرت جابر، حضرت انس اور یزید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایات موجود ہیں۔

ہریرہ حدیث حسن، صحیح ہے۔ صحابہ کرام اور دیگر اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور ... ہے کہ جنازہ پر چار تکبیریں ہیں، امام سفیان ثوری، مالک بن انس، ... شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۱)

امام نسائی نے حضرت امامہ بن سہل سے رسول اللہ ﷺ کا خادمۂ مسجد کے جنازہ ... یں کہنا بیان کیا ہے۔ (نسائی ج ۱ ص ۲۸۱)

امام ابن ماجہ نے حضرت عثمان بن عفان سے حضرت عثمان بن مظعون کے ... حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے اور حضرت ابن عباس سے (مرفوعا) رسول ... سے، چار تکبیروں کو روایت کیا ہے۔ (ابن ماجہ ص ۱۰۸)

امام ابوداؤد نے حضرت شعبی سے حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت چار تکبیر کی ... لی ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۰)

امام ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور لوگ ... جنازہ پر مختلف تھے، کوئی سات، کوئی پانچ اور کوئی چار روایت کرتا، حضرت ... البر رضی اللہ عنہ کے دور تک یہی معاملہ رہا، کہ دور فاروقی میں حضرت عمر کو یہ ... گزرا، آپ نے کئی صحابہ کرام کو پیغام بھیجا اور فرمایا اگر تم اختلاف کرو گے تو ... بھی اختلاف کریں گے اور تمہارے اتفاق سے بعد والوں کا اتفاق ہو جائیگا، ... کہا بالکل ٹھیک، چنانچہ غور وخوض کے بعد اکابر صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ... ے پر چار تکبیریں ہیں۔ (طحاوی شریف، جلد اوّل، باب ... علی الجنائز کم هو رقم الحدیث ۲۶۳)

سورۂ فاتحہ اور قرأت نماز جنازہ کا حصہ نہیں:

سورۂ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت وہ نماز جنازہ کا حصہ نہیں ہے، کہ یہ کہا جائے کہ اس کے بغیر نماز جنازہ نہیں ہوتی، ایسی کوئی صریح، صحیح، مرفوع، غیر معارض روایت پیش نہیں کی جا سکتی...... جبکہ:

○..... حضرت جابر بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں کوئی چیز پڑھنی معین نہیں فرمائی۔ (ابن ماجہ ص ۱۰۹ مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۴)

○..... عمرو بن شعیب، اپنے باپ وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے تمیں صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ میں کسی معین چیز کیساتھ قیام نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۴)

○..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازہ میں قرآن (سورۃ فاتحہ وغیرہ) نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۵، موطا امام مالک ص ۷۹)

○..... حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''جنازہ پر قرأت نہیں ہے''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

○..... حضرت عطاء کہتے ہیں: ''ہم نے جنازہ پر قرأت سنی ہی نہیں''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

○..... امام ابراہیم نخعی اور حضرت شعبی کہتے کہ جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

○..... حضرت ابو بردہ نے فرمایا: ''جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھ''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

○..... حضرت فضالہ بن عبیدہ (صحابی) نے کہا: ''جنازہ میں قرآن نہ پڑھو''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)۔

○..... حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی قرأت نہیں۔ (المبسوط ج ۱ ص ۴۲۳)

○..... امام ابو العالیہ کہتے ہیں: ''سورہ فاتحہ صرف اس نماز میں ہے جو رکوع و سجود والی ہے''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

○..... امام ابن سیرین جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۸، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

○..... حضرت حکم، امام شعبی، حضرت عطاء اور امام مجاہد نے کہا کہ جنازہ میں کوئی چیز معین نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۵)

○..... شعبی پہلی تکبیر میں تعریف وثناء، دوسری میں تکبیر درود، تیسری تکبیر میں دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۹۱)

○..... حضرت علی رضی اللہ عنہ جنازہ صرف تعریف، درود اور دعا سے ادا کرتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۵)

○..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول ہے۔ (موطا امام مالک ص ۷۹)

○..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازہ کا طریقہ سکھاتے ہوئے تسبیح و تکبیر کا ذکر کیا، قرأت کا نہیں (فتح الباری ج ۳ ص ۳۷۶)

o.... حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں کا فتویٰ ہے کہ جنازے میں کسی چیز کی قرأت نہیں۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۳)

o.... علامہ ابن وہب بیان کرتے ہیں: ''حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت عبیدہ بن فضالہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم اور قاسم بن محمد بن ابوبکر، سالم بن عبداللہ بن عمر، سعید بن مسیب، عطاء بن ابورباح، یحییٰ بن سعید علیہم الرحمۃ وغیرہم جنازے میں قرأت نہیں کرتے تھے''۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۴، عمدۃ القاری جلد ۴)

o..... امام مالک کہتے: ''جنازہ میں قرأت کرنا معمول نہیں، وہ صرف دعا ہے اور نہ ہی ہمارے شہر (مدینہ) میں کوئی قرأت کرتا ہے''۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۴۔ الاستذکار ج ۸ ص ۲۶۲)

o.... حضرت طاؤس بھی نماز جنازہ میں قرأت کو جائز نہیں قرار دیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

o.... حضرت بکر بن عبداللہ کہتے ہیں: ''جنازے میں قرأت کا مجھے کوئی علم نہیں'' (کہ کسی نے کی ہو)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۹)

فائدہ! غیر مقلدین اپنے موقف پر جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ ان کے موقف پر صریح نہیں اگر کوئی صریح ہے تو وہ مرفوع یا صحیح نہیں، ان پر شدید جرحیں موجود ہیں۔ دیدہ باید پھر ان کی سینہ زوری ہے، اور بس... ابن قیم نے بھی یہی کہا ہے۔

(زادالمعاد ج ۱ ص ۱۴۱)

بیرات جنازہ میں رفع یدین نہیں ہے:

ماز جنازہ میں صرف ابتداء میں رفع یدین کرنا چاہئے، بعد میں صرف تکبیر کہیں۔

.... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''ان رسول اللہ صلی اللہ لیہ وسلم کبر علی جنازہ فرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ'' ۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۰، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی رفع الیدین علی الجنازۃ)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پڑھا تو اس کے شروع میں (ہی) رفع یدین کیا۔

o.... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ علی الجنازۃ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود رسول اللہ ﷺ جنازہ کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے، دوبارہ نہ کرتے۔

(دارقطنی ج ۲ ص ۷۵)

o.... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم خود بھی جنازہ میں صرف پہلی تکبیر پر رفع یدین کرتے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۴۷۰)

o.... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ (ایضاً)

o.... حضرت امام ابراہیم نخعی صرف شروع نماز جنازہ کے وقت رفع یدین کرتے، باقی تکبیروں میں نہ کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۶)

o..... حضرت حسن بن عبداللہ جنازے کی پہلی تکبیر پر ہی رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۷)

○...امام مالک جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں پر رفع یدین کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج۱ ص۱۷۶)

○.....امام احمد نے بھی کہا کہ جنازہ میں صرف پہلی تکبیر پر رفع یدین کریں۔

(کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ)

○....ابن حزم نے بھی کہا ہے کہ صرف جنازے کے شروع میں رفع یدین کیا جائے۔ باقی تکبیروں کیساتھ رفع یدین کی کوئی نص نہیں، حضرت ابن مسعود اور ابن عباس بھی صرف جنازے کے شروع میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔

(محلّی ج۳ ص۳۴۷، ج۳ ص۴۰۸)

○.....قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ ایسی کوئی روایت نہیں جسکی وجہ سے جنازے کی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرنے پر استدلال کیا جائے، ہر تکبیر پر رفع یدین رسول اللہ سے ثابت نہیں، لہذا صرف شروع میں رفع یدین کریں۔ (نیل الاوطار ج۴ ص۶۷)

○....فتاویٰ ثنائیہ ج۲ ص۵۰ میں ہے کہ تکبیرات جنازہ کیساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قولی، فعلی، یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے۔

○....یہی فتویٰ ''فتاویٰ علمائے حدیث'' ج۵ ص۱۵۶ پر بھی موجود ہے۔

○.....عبدہ فیروز پوری غیر مقلد نے کہا: علامہ البانی اپنے احکام میں لکھتے ہیں: ''تکبیر اولیٰ کے ماسوا باقی تکبیرات میں رفع الیدین کی مشروعیت پر ہمیں کوئی دلیل نہیں مل سکی۔ لہذا یہ غیر مشروع ہے....یہی مسلک ابن حزم کا ہے۔ (احکام الجنائز ص۱۷۹)

○.....وحید الزماں نے لکھا ہے: ''پہلی تکبیر کے علاوہ جنازہ میں رفع یدین نہ کرے''۔

(کنز الحقائق ص۱۷)

فائدہ.....موجودہ وہابی حضرات اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کیلئے غصے میں آ کر کچھ صحابہ کرام کے حوالے سے ہر تکبیر کیساتھ رفع یدین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ ان روایات میں اختلاف ہے اور ویسے بھی وہ روایات موقوف ہیں اور وہابیوں کے نزدیک صحابہ کی بات معتبر نہیں، ملاحظہ ہو!... (عرف الجادی ص ۳۸، ص۴۴، ص۲۰۷، فتاویٰ نذیریہ ج۱ ص۱۹۶، ص۳۴۰، مظالم روپڑی ص۵۸، التاج المکلل ص۲۹۶ وغیرہ)

جنازہ آہستہ پڑھنا:

جنازہ بلند آواز سے پڑھنا خلاف سنت ہے۔

○ ....حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سنت یہی ہے کہ تکبیر کہہ کر آہستہ پڑھے اور آخری تکبیر پر سلام پھیر دے''۔ (محلّی ج۳ ص۳۵۲ مسئلہ نمبر ص۵۷۴)

○......اسی روایت کو امام نسائی نے اپنی سند سے روایت کیا۔ (سنن نسائی ج۱ ص۲۸۱، کتاب الجنائز، باب الدعا)۔

○.....البانی نے اسے صحیح کہا۔ اور یہ دو سندوں سے مروری ہے۔

(صحیح سنن نسائی ج۲ ص۴۲۸ برقم ۱۸۸۰)

○.....ایک اور صحابی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

(مسند شافعی ص۲۵۹، من کتاب الجنائز والحدود)

○....یہ روایت التلخیص الحبیر ج۲ ص۱۲۰ اور المستدرک ج۱ ص۳۶۰ پر بھی ہے

○.....امام شافعی نے حضرت ضحاک بن قیس صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی بیان کیا۔

(مسند شافعی ص۲۵۹)

○......امام بیہقی نے ان احادیث کو مزید تقویت دی ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۴ ص ۳۹، معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۲۹)

البانی نے اسے صحیح کہا۔ (ارواء الغلیل ج ۳ ص ۱۸۰ برقم ۷۳۴)

○......حضرت مسور بن مخرمہ نے فرمایا: ”یہ نماز گونگی (آہستہ پڑھی جاتی) ہے“۔

(محلی ج ۳ ص ۳۵۲ مسئلہ نمبر ۵۷۴)

○......حافظ ابن حجر عسقلانی ایک روایت کی وضاحت کرتے ہوئے حدیث نقل فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ہمارے لئے بلند آواز سے جنازہ پڑھنے کا طریقہ جاری نہیں فرمایا“۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۲۳)

○......امام اعظم علیہ الرحمۃ بھی آہستہ جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

(المبسوط ج ۱ ص ۴۲۳)

○......امام نووی لکھتے ہیں: ”جمہور کا موقف درست ہے کہ جنازہ آہستہ پڑھنا چاہیئے“

۔(نووی بر مسلم ج ۱ ص ۳۱۱)

○......امام ابن قدامہ کہتے ہیں: ”جنازہ آہستہ پڑھنا چاہیئے، ہمارے علم میں کسی صاحب علم نے اس میں اختلاف نہیں کیا“۔ (المغنی ج ۲ ص ۴۸۶)

○......نذیر حسین دہلوی غیر مقلد نے فتاوی نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۶۶۳، ۶۶۴ پر اور مولوی عبدالرحمان مبارکپوری نے فتاوی علمائے حدیث ج ۵ ص ۱۰۷ پر آہستہ پڑھنا جمہور کا مذہب بیان کیا ہے۔

○......شمس الحق عظیم آبادی نے بھی کہا ہے کہ جنازہ آہستہ پڑھنا اکثر علماء کا مذہب ہے

جسکی دلیل قول ابن عباس وقول ابی امامہ ہے۔ (عون المعبود ج ۳ ص ۱۸۹)

○......قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ جمہور کا یہی فتوی ہے کہ جنازہ آہستہ پڑھنا پسندیدہ ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۶۶، ۱۰۳)

○......احمد عبدالرحمان ساعاتی نے کہا ہے: ”جمہور یہی کہتے ہیں کہ بلند آواز سے جنازہ پڑھنا ناپسند ہے“۔ (بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۴۳، بیروت)

○......سید سابق نے کہا: ”جنازہ پڑھنے، درود اور دعا و تسلیم میں آہستہ ہی سنت ہے، امام تکبیریں اونچی کہے“۔ (فقہ السنہ ج ۱ ص ۳۴۱)

○......مبشر ربانی نے کہا: دلائل کی رو سے سرًّا (آہستہ) پڑھنا زیادہ بہتر واولیٰ ہے، آہستہ پڑھنا زیادہ قوی و بہتر ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۱ ص ۲۲۵)

○......خالد گرجاکھی نے لکھا: ”آہستہ پڑھنا چاہیئے، اور یہی مذہب ہے جمہور کا۔ اور درود کو بھی آہستہ پڑھنا چاہیئے“۔ (صلوٰۃ النبی ص ۳۹۴)

○......مولوی عبدہ فیروز پوری نے لکھا ہے: ”جمہور علماء سری کے قائل ہیں... سنت یہ ہے کہ آہستہ پڑھی جائے“۔ (احکام جنائز ص ۱۸۷، ۱۸۸)

○......مولوی زبیر علی زئی نے کہا ہے: ”کہ افضل یہی ہے کہ جنازہ آہستہ پڑھا جائے“۔

(الحدیث، اکتوبر، ۲۰۰۵ء)

○......مولوی عبدالرؤف نے لکھا ہے: سرًّا پڑھنی چاہیئے، اس بارے میں نص موجود ہے۔ (صلوٰۃ الرسول مع التخریج ص ۴۸۴)

○......اخبار الاعتصام، جلد ۲ شمارہ ۱۹ پر ہے کہ بلند آواز سے جنازہ کو عادت بنانا اور سنت

سمجھنا صحیح نہیں۔

جنازے کیلئے کوئی مخصوص کلمات نہیں ہیں:

نماز جنازہ میں ثناء، درود اور دعا کے کوئی مخصوص کلمات نہیں ہیں، کتب احادیث میں منقول یا شرعاً جائز کلمات میں سے کسی بھی جملے اور مجموعے کو پڑھنا صحیح ہے۔

○.....حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''لم یوقت لنا النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلوٰة علی المیت قراة ولا قول کبر ما کبر الامام واکثر من طیب الکلام۔ (عون المعبود ج۸ ص۳۵۲، علل الدار قطنی ج۵ ص۲۶۲، طبرانی کبیر ج۹ ص۳۲۰ و۳۲۱، کتاب الثقات لابن حبان ج۹ ص۲۵۹، مسند احمد ص....، مجمع الزوائد ج۳ ص۳۲، رجاله رجال الصحیح)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ہمارے لئے نماز جنازہ میں نہ قرأت مقرر فرمائی اور نہ ہی کوئی دوسرا ذکر متعین کیا۔ (مقتدی) تکبیر کہے جب امام تکبیر کہے اور اچھا کلام (جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو) زیادہ کرلے۔ (اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں)

○.....حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ہمارے لئے نماز جنازہ میں کوئی چیز مخصوص نہیں فرمائی''۔ (ابن ماجہ ص۱۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۲۹۱، مسند احمد ج۳ ص۳۵۷)

○.....تمیں صحابہ کرام کا معمول تھا کہ انہوں نے نماز جنازہ میں کسی معین چیز کیساتھ قیام نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۲۹۴)

○.....موسیٰ جہنی نے حکم، شعبی، عطاء اور مجاہد سے سوال کیا، کہ کیا نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص۲۹۵)

○.....حضرت ابوہریرہ نے بھی طریقہ جنازہ میں ثناء، درود اور دعا کو خاص نہیں فرمایا۔

(موطا امام مالک ص۷۹)

○.....حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے بھی جنازہ کیلئے کسی جملے اور مجموعے کو مقرر نہیں کیا۔ (المبسوط ج۱ ص۴۲۴)

○.....امام مالک کے نزدیک بھی جنازہ، ثناء، درود اور دعا ہے۔ (ان کے الفاظ معین نہیں)۔ (بدایۃ المجتہد ج۱ ص۱۷۱)

جنازہ کا بنیادی مقصد دعا ہے:

جنازہ کا بنیادی مقصد میت کیلئے بخشش و مغفرت کی دعا کرنا ہے۔

○.....امام ترمذی لکھتے ہیں: ''بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں، کیونکہ انما هو الثناء علی الله والصلوٰة علی نبیه صلی الله علیه وسلم والدعاء للمیت''۔ (ترمذی ج۱ ص۱۲۲)

نماز جنازہ ثناء، درود اور میت کیلئے دعا پر مشتمل ہے۔

○.....قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: ''امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قرأت نہیں کیونکہ انما هو الدعاء نماز جنازہ دعا ہے''۔

(بدایۃ المجتہد ج۱ ص۱۷۱)

○.....علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں:

انما هی الدعاء واستغفار للمیت۔ (المبسوط ج ۲ ص ۶۴)

جنازہ صرف میت کیلئے دعا واستغفار ہے۔

٥..... موسیٰ جہنی کہتے ہیں: میں نے حکم، شعبی، عطاء اور مجاہد سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

انما انت شفیع فاشفع باحسن ما تعلم. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۵)

تم صرف شفاعت کرنے والے ہو پس اچھی دعا کیساتھ شفاعت کرو۔

اس پر چند احادیث ملاحظہ ہوں......

۱۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھا پھر میں نے آپ کی دعا یاد کر لی، آپ کہہ رہے تھے، اللھم اغفر لہ وارحمہ الخ (مسلم ج ۱ ص ۳۱۱، ابن ماجہ ص ۱۰۷)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھتے تو دعا کرتے اللھم اغفر لحینا و میتنا ..... الخ۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۴، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۰، ابن ماجہ ص ۱۰۷)

۳۔ حضرت واثلہ فرماتے ہیں، ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مسلمان کا جنازہ پڑھایا تو آپ نے یہ دعا مانگی، اللھم ابن فلان فی ذمتک وحبل جوارک ....الخ۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۱، ابن ماجہ ص ۱۰۸)

۴۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں: ”نبی کریم جب نماز جنازہ پڑھتے تو کہتے ، اللھم اغفر لحینا و میتنا..... الخ۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا، ”جب میت پر جنازہ پڑھ لو تو اس کیلئے خلوص کیساتھ دعا کرو“۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۰، ابن ماجہ ص ۱۰۷، مشکوۃ ص ۱۴۶)۔

ان روایات میں جنازے کیساتھ دعا کا خاص طور پر ذکر ہے، جس سے واضح ہے کہ نماز جنازہ، بنیادی طور پر میت کیلئے دعا کی غرض سے ادا کیا جاتا ہے۔

فائدہ: ۔ غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کا یہ کہنا غلط ہے، کہ نماز جنازہ جب دعا ہے، تو پھر اس کے بعد دعا نہیں کرنی چاہیئے ... کیونکہ یا تو وہ کسی صریح روایت سے یہ قانون دکھائیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز ہے، یا دعا کے بعد دعا نہیں مانگنی چاہیئے، ورنہ وہ فرائض کے بعد بھی دعا مانگنا ترک کر دیں، کیونکہ ان نمازوں میں بھی دعا مانگی جاتی ہے۔ حالانکہ ایک وقت میں متعدد دعائیں مانگی جاسکتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار دعا فرماتے تھے، بلکہ اسے پسند فرماتے۔ ملاحظہ ہو!.......

(مسلم ج ۱ ص ۳۱۳، ج ۲ ص ۱۰۸، ج ۲ ص ۲۲۱، مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۰، ص ۲۹۰)

دعا کا مسنون طریقہ:

احناف کا طریقہ یہی ہے کہ نماز جنازہ میں پہلے ثناء پھر درود اور پھر میت کیلئے دعا، کیونکہ نماز جنازہ میں بنیادی مقصد دعا ہے اور دعا کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ کی تعریف وثناء کی جائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا جائے اور پھر دعا مانگی جائے... مثلاً:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی میرے پاس

تھے، پس جب میں بیٹھا، بدأت بالثناء علی الله ثم الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم دعوت لنفسی فقال النبی صلی الله علیه وسلم سل تعطه سل تعطه ۔ (ترمذی ج۱ ص۱۳۰، مشکوۃ ص ۸۷)

ترجمہ: میں نے پہلے اللہ کی ثناء کی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور پھر اپنے لئے دعا کی، تو آپ نے فرمایا: مانگ تجھے دیا جائیگا، مانگ تجھے دیا جائیگا"۔

۲۔ حضرت فضالہ بن عبید کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک آدمی نماز میں دعا کر رہا ہے، لیکن اس نے نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا تو آپ نے فرمایا: اس نمازی نے جلدی کی ہے، پھر آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: اذا صلی احدکم فلیبدأ بتحمید الله والثناء علیه ثم لیصل علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم لیدع بعد بما شاء ۔ (ابن خزیمہ ج۱ ص۳۵۱، مستدرک ج۱ ص۴۰۱، ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، سنن الکبری بیہقی ج۲ ص۱۴۷، ابن حبان ج۵ ص۲۹۰، ترمذی ج۲ ص۱۸۶، نسائی ج۱ ص۱۵۱، ابوداود ج۱ باب الدعاء برقم ۱۴۸۱، مسند احمد ج۶ ص۱۸ مشکوۃ ص۸۶)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی حمد وثناء کرے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے"۔

معلوم ہوا دعا کا طریقہ یہی ہے کہ ثناء اور درود کے بعد ہو۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شئی حتی تصلی علیٰ نبیک" ۔ (مشکوۃ ص ۸۷، ترمذی ج۱ ص۱۱۰، الترغیب والترہیب ج۲ ص۵۰۵)

جمہ: دعا آسمان اور زمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے، اسکا کوئی حصہ بھی قبول نہیں ہوتا ب تک تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھو"۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے: "کل دعاء محجوب حتی یصلی علی محمد صلی الله علیه وسلم۔

(طبرانی اوسط، الترغیب والترہیب ج۲ ص۵۰۵)

ترجمہ: کوئی دعا قبول نہیں جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے"۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کا یہی طریقہ درست ہے، کہ تکبیر تحریمہ کہے، تعریف وثناء کے بعد دوسری تکبیر کہے، اس میں درود شریف پڑھے، تیسری تکبیر کہے جس کے بعد میت کیلئے بخشش کی دعا مانگے، اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔

دعا بعد جنازہ:

چوتھی تکبیر کے بعد جنازہ مکمل ہو چکا، اس کے بعد اگر دعا مانگنا چاہیں تو درست ہے۔ کیونکہ:

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میت پر نماز پڑھ لو تو خلوص ہو کر اس کیلئے دعا کرو"۔ (سنن کبرای ج۴ ص۴۰، ابن حبان برقم ۳۰۷۶، ابوداؤد ج۲ ص۱۰۰، ابن ماجہ ص۱۰۷، مشکوۃ ص۱۴۶)

۲۔ حضرت عبداللہ بن اوفٰی رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کے بعد دعا کرتے تھے"۔ (مسند احمد ج۴ ص۳۵۶،

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲، المستدرک ج ا ص ۳۰۶، مصنف عبدالرزاق برقم ۷۴۰۴، مسند حمیدی برقم ۱۷۱۸ المعجم الصحیت برقم ۲۶۸، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۴۳، ۴۲)

۳۔ حضرت یزید بن رکانہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی اسی کی مثل ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۴۹، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۴)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یزید بن مکفف کی نماز جنازہ پڑھی، اور اس کے بعد دعا مانگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

۵۔ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک میت پر جنازہ پڑھا جانے کے بعد اس کے لیے بخشش کی دعا مانگی۔

(المبسوط ج ۲ ص ۱۰۷، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۸)

۶۔ حضرت عبداللہ بن سلام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی تو انہوں نے کہا کہ تم نے نماز جنازہ پڑھنے میں مجھ سے جلدی کی ہے، لہذا دعا مانگنے میں جلدی نہ کرو۔ (یعنی دعا بعد جنازہ میں مجھے بھی شامل کرلو)۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۶۹، المبسوط ج ۲ ص ۱۰۷، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۸)

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پڑھ لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کیساتھ آئے، اور نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھا جاسکتا، البتہ تم میت کیلئے دعا کرلو۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۸، ج ۲ ص ۷۷ طبع جدید مصری)

۸۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نومولود کی نماز جنازہ ادا فرمائی پھر دعا کی: اے اللہ اسے عذاب قبر سے بچا۔ (کنز العمال ج ۱۵ ص ۷۱۶ طبع جدید)

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ پڑھایا، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ (بطور دعا)۔ (بخاری ج ا ص ۱۷۸، مشکوۃ ص ۱۴۵، ترمذی ج ا ص ۱۲۲)

۱۰۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک نوزائیدہ پر جنازہ پڑھا پھر دعا مانگی۔
(السنن الکبیر ج ۴ ص ۸ للبیہقی، طبع بیروت)

* * *

غائبانہ نماز جنازہ

اہلسنت وجماعت کا موقف ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے جبکہ وہابی حضرات بڑے زوروشور سے اس پر عمل کرتے ہیں بلکہ اگر یوں بھی کہہ دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ حاضر میت کے جنازہ سے زیادہ ان لوگوں کا جوش وخروش غائبانہ جنازہ کیلئے ہوتا ہے۔ آج کل عموماً شہروں میں جلسوں کے اشتہارات کے ساتھ ساتھ یہ لوگ غائبانہ جنازوں کے اشتہار بھی شائع کرتے ہیں اور لاؤڈ سپیکروں پر اعلان بھی کرتے پھرتے ہیں اس کیلئے بڑے اہتمام کئے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے کوئی کام بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہے

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جن کا انتقال مدینہ منورہ میں نہ ہوا بلکہ دور دراز کے علاقوں میں فوت ہوئے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی ایک کی بھی نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھی۔ اور کتنے ہی جلیل القدر صحابہ کرام دور دراز علاقوں میں جنگوں میں شہید ہوئے مگر یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی ایک کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی ہو۔

اس حقیقت کو وہابیہ کے امام ابن قیم نے خود بھی تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے:

ولم یکن من ھدیہ و سنتہ علی کل میت غائب فقد مات خلق کثیر من المسلمین وھم غائب فلم یصل علیھم۔

غائبانہ نماز جنازہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، مسلمانوں میں بہت سے لوگ فوت ہوئے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہ فرمائی۔ (زادالمعاد ص ۱۶۳)

نوٹ: اسی بات کو امام زرقانی نے بھی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

(زرقانی شرح موطا جلد ۲، ص ۵۹)

خلفائے راشدین اور غائبانہ نماز جنازہ

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفائے راشدین کے متعلق ارشاد فرمایا:

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین

تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

(جامع ترمذی جلد ۲، ص ۹۲، سنن ابوداؤد جلد ۲، ص ۲۷۹، سنن ابن ماجہ ص ۵، صحیح ابن حبان جلد ۱، ص ۶۔۱۶۵، مسند امام احمد جلد ۴، ص ۱۲۰، مستدرک جلد ۱، ص ۱۹۸، سنن داری جلد ۱، ص ۵۷، سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۱۰، ص ۱۱۴، شعب الایمان للبیہقی جلد ۶، ص ۶۷، الاعتقاد للبیہقی ص ۲۲۹، المسند المستخرج علی صحیح الامام المسلم جلد ۱، ص ۳۵۰، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد ۵، ص ۲۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۸، ص ۲۴۵، مسند شامیین جلد ۱، ص ۲۵۴، کتاب الثقات لابن حبان جلد ۱، ص ۴، السنۃ لابن ابی عاصم جلد ۱، ص ۲۹، السنۃ للمروزی ص ۷۔۲۶، السنن الواردۃ فی الفتن جلد ۲، ص ۲۷۴، الشریعۃ للآجری ص ۴۶، مشکوۃ المصابیح ص ۳۰)

اب آیئے غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے مبارک عمل کو دیکھ لیتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور غائبانہ نماز جنازہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہزاروں مسلمان جن میں بے شمار قراء اور حفاظ صحابہ کرام شامل تھے، جو مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی جنگ یمامہ میں شہید ہوئے مگر کسی ایک بھی مسلمان کا غائبانہ جنازہ پڑھنا آپ سے ثابت نہیں ہے اور نہ کسی اور نے ان میں سے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال باکمال ہوا تو آپ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا کسی ایک صحابی سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور غائبانہ نماز جنازہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے جسے اسلام کا سنہری دور بھی کہا جاتا ہے۔ اس دور میں اسلام کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں۔ مختلف محاذوں پر جہاد کرتے ہوئے بے شمار صحابہ کرام اور دیگر مسلمان شہید ہوئے مگر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی نے ان شہداء میں سے کسی ایک کا بھی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا اور خود سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت اہل اسلام کیلئے ایک عظیم سانحہ تھی مگر کسی صحابی سے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا ثابت نہیں۔

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور غائبانہ نماز جنازہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔ اس دور میں اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع سے وسیع تر ہونے لگیں۔ بے شمار صحابہ کرام مدینہ منورہ سے باہر دور دراز ممالک میں کفار سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے مگر ان میں سے کسی ایک کی بھی غائبانہ نماز جنازہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ادا نہ فرمائی اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی نے کہیں ایسا کیا۔ خود حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ظلماً شہید ہوئے۔ ان کی شہادت تاریخ اسلام کا عظیم سانحہ ہے۔ آپ کی نماز جنازہ میں سپاہیوں نے صرف چند افراد کو شرکت کرنے دی۔ باقی بے شمار صحابہ کرام اور تابعین عظام اس جنازے میں شریک نہ ہو سکے مگر اس کے بعد کسی بھی صحابی سے آپ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا ہرگز منقول نہیں ہے۔ اگر غائبانہ نماز جنازہ جائز ہوتا یا سنت ہوتا تو صحابہ کرام سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غائبانہ نماز جنازہ ضرور ادا کرتے مگر ایسا ہرگز نہ ہوا جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور غائبانہ نماز جنازہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بیشمار مسلمان دور دراز علاقوں میں فوت اور شہید ہوتے رہے مگر ان میں سے کسی ایک کا بھی آپ نے غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا اور آپ کی شہادت کے بعد کسی صحابی کا آپ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا منقول نہیں ہے۔

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور غائبانہ نمازِ جنازہ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے بعد امام حسن مجتبیٰ

رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔ آپ کے دورِ خلافت میں بھی کوفہ سے دور دراز علاقوں میں مسلمان فوت ہوتے رہے مگر کسی کا بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا آپ سے ہرگز منقول نہیں پھر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو کسی بھی صحابی یا تابعی سے آپ کی غائبانہ نماز جنازہ ثابت نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور غائبانہ نمازِ جنازہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت تاریخ اسلام کا سب سے زیادہ فتوحات کا دور ہے۔ آپ نے اپنے ۲۲ سالہ دورِ حکومت میں بھی کسی مسلمان کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی دوسرے صحابی یا تابعی نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھا۔

لمحہ فکریہ!

○...... حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں کسی ایک بھی شہید کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا جانا منقول نہیں ہے۔

○...... صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مبارک دور میں کسی ایک بھی مسلمان کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا جانا ثابت نہیں ہے۔

○...... تابعین، تبع تابعین کے ادوار مبارکہ میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی بھی مسلمان کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا گیا ہو۔

ان تینوں ادوار میں غائبانہ جنازہ نہ پڑھا جانا اس دور کی واضح دلیل ہے کہ یہ جائز نہیں ہے ورنہ خدا لگتی کہیئے کہ یہ کیسی سنت ہے؟ جس سے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین ناواقف بلکہ تارک رہے حالانکہ اس مبارک دور کی عظمت سرورِ کائنات صلی اللہ

علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

(جامع ترمذی جلد۲، ص ۴۶، واللفظ لہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۳، صحیح بخاری جلد۱، ص ۵۱۵، صحیح مسلم جلد۲، ص ۳۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد۷، ص ۵۴۹، مسند احمد جلد۲، ص ۲۲۸)

سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر میرے بعد پھر اس کے بعد کے (تابعین، تبع تابعین)

خیر القرون کے دور کے مسلمان تو اس سنت سے نابلد رہے مگر پندرھویں صدی میں انگریز کے نمک خواروں کو اس سنت کا علم ہو گیا اور انہوں نے اس کا ڈھنڈورا پیٹا۔

غور فرمایئے کہ کیا حضرات صحابہ کرام، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے لاپروا تھے؟...... کیا ان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کا اتنا بھی جذبہ نہیں تھا جتنا آج پندرھویں صدی کے وہابیوں میں ہے۔ (معاذ اللہ)

وہابی مذہب میں شہید کا جنازہ جائز نہیں

آج وہابی بڑے دھڑلے سے اپنے نام نہاد شہیدوں کا جنازہ پڑھتے ہیں اور اس کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، سپیکروں پر اعلان کرتے ہیں مگر یہ وہابیوں کی دھوکہ منڈی اور سراسر مسلکی غداری ہے کیونکہ وہابی مذہب میں شہید کا جنازہ ہی جائز نہیں۔ خواہ میت حاضر ہی کیوں نہ ہو چند ایک حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ وہابیوں کے حکیم صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے:

"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا اور

نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔ (بخاری شریف) معلوم ہوا کہ شہید کو بغیر غسل اور جنازہ پڑھنے کے دفن کرنا چاہیئے"۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۴۴۱)

۲۔ وہابیوں کے محدث عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

"شہید نے چونکہ اپنے عمل سے درجہ پایا ہے اس لئے اس کی بزرگی اور عظمت ظاہر کرنے کیلئے اس لئے اس کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا"۔

(فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۵، ص ۵۴، فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲، ص ۱۱۵)

۳۔ وہابی مولوی نورالحسن بھوپالوی نے بھی یہی لکھا ہے کہ شہید کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ مزید لکھا ہے کہ شہداء پر نماز جنازہ کے اثبات میں متعدد اسناد کے ساتھ احادیث وارد ہیں لیکن ان تمام احادیث میں کلام ہے۔ (عرف الجادی ص ۵۴)

۴۔ وہابیوں کے مولوی وحیدالزماں حیدرآبادی نے لکھا ہے:

"اہلحدیث کے نزدیک شہید پر نماز (جنازہ) نہ پڑھنا چاہیئے"۔

(سنن ابن ماجہ مترجم جلد ۱، ص ۵۲۷، طبع لاہور)

۵۔ وہابی عالم محی الدین نے لکھا ہے:

"شہید کے جنازے کی نماز نہیں ہے"۔ (فقہ محمدیہ جلد ۱، ص ۴۷، طبع سرگودھا)

۶۔ ڈاکٹر شفیق الرحمن نے لکھا ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کو خون سمیت دفنانے کا حکم دیا۔ ان پر نماز جنازہ پڑھی نہ ان کو غسل دیا"۔ (نماز نبوی ص ۲۹۵)

۷۔ وہابی مذہب کے امام قاضی شوکانی نے لکھا ہے:

ولا یصل علی ...... الشھید ۔ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیئے۔

(الدر البہیہ عربی ص ۹، مترجم ص ۱۴، طبع لاہور)

غور فرمائیں کہ جب ان کے ہاں شہید کا جنازہ ہی نہیں ہے تو یہ اپنے نام نہاد شہیدوں کے غائبانہ جنازے پڑھ کر عوام الناس سے دھوکہ کیوں کرتے ہیں؟ صرف اور صرف لوگوں سے پیسے بٹورنے کیلئے اور بس۔

ایک آپ بیتی:

اس بات کی تائید راقم الحروف (ساقی) کی ایک آپ بیتی بھی ہے...... ایک بار گرجاکھی کتب خانہ گرجاکھ میں کتب کی خرید کے دوران مولوی خالد حسن وہابی سے گفتگو ہوگئی "ہم نے پوچھا کہ غائبانہ جنازہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟" خاموش ہوگئے "ہم نے کہا بتایئے!...... کہ اگر یہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں تو یہ لشکر طیبہ والے کیوں پڑھتے ہیں؟...... تو بڑی بے باکی سے بولے کہ یہ تو محض چندہ لینے کا ڈھونگ ہے اور کچھ نہیں"۔

وہابیہ کے دلائل اور ان کے منہ توڑ جوابات

دلیل اوّل:

وہابیوں کے محدث زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ عنہ کا غائبانہ جنازہ پڑھا تھا۔ (صحیح بخاری ۱۳۲۰، صحیح مسلم ۹۵۲)

(ماہنامہ الحدیث حضرو اکتوبر ۲۰۰۵ء، ص ۴۰)

یاد رہے یہ وہابیوں کی مرکزی دلیل ہے۔

الجواب:

اوّلا: صحیح بخاری شریف میں متعدد جگہ یہ حدیث نجاشی موجود ہے۔ بخاری شریف کے

کتاب الجنائز میں امام بخاری نے اس روایت کو اختلاف الفاظ کے ساتھ کوئی سات جگہ پر روایت کیا ہے مگر کسی ایک جگہ بھی حدیث میں غائبانہ جنازہ کا لفظ موجود نہیں۔ اس طرح مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث میں بھی کہیں حدیث میں غائب یا غائبانہ کا لفظ موجود نہیں ہے۔

یہ زبیر علی زئی اور دیگر وہابی مولویوں کا دن دیہاڑے سفید جھوٹ ہے اور بخاری و مسلم کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بہتان ہے، ہے کوئی وہابی مولوی جو بخاری مسلم کی احادیث میں سے کہیں متن حدیث میں غائب یا غائبانہ کا لفظ دکھانے کی ذمہ داری قبول کرے؟ مگر یاد رکھئے کہ صبح قیامت تک وہابی مولوی غائبانہ کا لفظ متن حدیث میں نہیں دکھا سکتے۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکفرین .

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ثانیاً: ہوسکتا ہے کہ کوئی وہابی مولوی کہے کہ اگرچہ غائب کا لفظ حدیث میں موجود نہیں مگر حضرت نجاشی کی وفات حبشہ میں ہوئی اور جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں پڑھا تو ظاہر ہے کہ یہ جنازہ غائبانہ پڑھا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نجاشی کا وصال مدینہ شریف سے دور دراز علاقے سمندر پار ملک حبشہ میں ہوا۔ اس وقت ٹیلیفون، موبائل، ٹیلیویژن، ریڈیو، انٹرنیٹ وغیرہ کوئی سہولت موجود نہ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

بغیر ظاہری وسیلے سے اس کا علم کیسے ہوا تھا؟...... اس کا جواب موافق و مخالف کے پاس یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے علم ہوا تو جس قدرت خداوندی سے اس کا علم ہوا اس قدرت خداوندی سے حضرت نجاشی کی میت، آپ کے سامنے رکھ دی گئی اور آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھا تو جنازہ غائبانہ نہ ہوا بلکہ جنازہ حاضر میت پر تھا۔

ثالثاً: طویل مسافت کی وجہ سے جنازہ کو غائبانہ قرار دینا کسی صحیح صریح روایت کی وجہ سے نہیں بلکہ بر بنائے قیاس ہے اور وہابیوں کے نزدیک قیاس کرنے والا شیطان ہے اور قیاس ''کارِ شیطان'' ہے۔

رابعاً: پھر یہ جنازہ پڑھنے والے (صحابہ کرام) گواہی دیتے ہیں کہ یہ جنازہ غائبانہ ہرگز نہ تھا بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میت موجود تھی چند ایک روایات درج کی جاتی ہیں:

پہلی روایت: امام ابوحاتم ابن حبان اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں :

اخبرنا عبد اللہ بن محمد بن سلیم حدثنا عبدالرحمن بن ابراھیم حدثنا الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی حدثنی یحییٰ بن ابی کثیر حدثنا ابوقلابة عن عمه عن عمران بن حصین قال انبأنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اخاکم النجاشی رضی الله عنه توفی فقوموا فصلوا علیه فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم وصفوا خلفهٗ و کبر اربعا و هم لا یظنون الاان جنازته بین یدیه. (صحیح ابن حبان ۶/۳۰ طبع سانگلہ ہل)

(بحذف اسناد) حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی، تمہارے بھائی حضرت نجاشی کی وفات ہوگئی ہے اور اُٹھو اور اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں (نماز جنازہ پڑھی) اور صحابہ کرام نہیں سمجھتے تھے مگر یہی کہ ان کا جنازہ آپ کے سامنے تھا۔

دوسری روایت: امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

ثنا عبدالصمد ثنا حرب بن یحییٰ ان ابا قلابة حدثه ان ابا المهلب حدثه ان عمران بن حصين رضي الله عنه حدثه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان اخاكم النجاشي توفي فصلوا عليه قال فصف رسول الله صلى الله عليه وسلم و صففنا خلفه فصلى عليه و ما نحسب الجنازة الا موضوعة بين يديه۔ (مسند امام احمد جلد۴/ ۵۱۷، طبع گوجرانوالہ)

(بحذف اسناد) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بھائی حضرت نجاشی کی وفات ہوگئی۔ پس ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بنائی اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بندی کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ہم (صحابہ کرام) یہی سمجھتے تھے کہ میت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی ہوئی ہے۔

نوٹ: اس حدیث کے تحت الاستاذ مصطفےٰ ابن احمد العلوی مدیر دار الحدیث الحسنیہ اور الاستاذ محمد عبدالکبیر البکری وزارت شہلوان الرباط لکھتے ہیں: ..... کہ اس روایت کو امام

ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد جید (عمدہ) ہے اور امام احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے اور ان کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(تعلیقات علی التمہید علی المؤطا، جلد۶، ص۳۳۲، طبع لاہور)

(۲) وہابیوں کے مایہ ناز محدث ناصر الدین البانی نے مسند امام احمد کی اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی اسناد صحیح اور متصل ہے۔

(ارواء الغلیل جلد۳، ص۱۷۶، طبع بیروت)

تیسری روایت: امام ابن عبدالبر مالکی روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبد الله قال حدثنا محمد بن معاوية قال حدثنا اسحاق بن ابي حسان قال حدثنا هشام بن عمار قال حدثنا عبدالحميد بن ابي العشرين قال حدثنا الاوزاعي قال حدثني ابوالمهاجر قال حدثني عمران بن حصين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان اخاكم النجاشي قدمات فصلوا عليه فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم و صففنا خلفه فكبر عليه اربعا وما نحسب الجنازة الا بين يديه۔ (التمہید ۶/۳۳۲، طبع لاہور)

(بحذف اسناد) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا بھائی نجاشی وفات پا گیا تو اس کا جنازہ پڑھو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بندی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چار تکبیریں کہیں (نماز جنازہ پڑھی) اور ہم نہیں سمجھتے تھے میت کو مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔

چوتھی روایت: امام ابوعوانہ نے روایت کی ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اسی روایت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فصلینا خلفه و نحن لا نری الا ان الجنازة قدامنا

(فتح الباری جلد ۳، ص ۴۳۲، زرقانی علی المواہب جلد ۸، ص ۸۷)

تو ہم نے آپ کے پیچھے جنازہ پڑھا اور ہم یہی دیکھتے تھے کہ میت ہمارے آگے ہے۔

نوٹ: وہابیوں کے امام قاضی شوکانی نے صحیح ابن حبان اور ابی عوانہ کی مذکورہ بالا روایات کو نقل کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ گویا ان کو صحیح تسلیم کر لیا ہے۔

(نیل الاوطار جلد ۴، ص ۵۴)

پانچویں روایت: امام واحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت کیا ہے:

کشف للنبی صلی الله علیه وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰه و صلی علیه (زرقانی علی المواہب جلد ۸، ص ۸۷، عمدۃ القاری جلد ۸، ص ۱۱۹، فتح الباری جلد ۳، ص ۴۳۲)

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا تخت (جس پر ان کی میت رکھی ہوئی تھی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے منکشف کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

نوٹ: اس روایت کو قاضی شوکانی نے بھی نقل کیا ہے۔ (نیل الاوطار، جلد ۴، ص ۵۴)

معلوم ہوا اس جنازہ کے شرکاء کے نزدیک حضرت نجاشی کا یہ جنازہ غائبانہ تھا ہی نہیں بلکہ حاضر میت پر جنازہ پڑھا گیا۔

خامساً: حضرت نجاشی کے جنازے والی روایات جن صحابہ کرام سے مروی ہے ان کے عمل سے ہی بات متعین ہو جاتی ہے کہ یہ جنازہ غائبانہ نہ تھا بلکہ جنازہ حاضر میت پر پڑھا گیا۔ حضرت نجاشی کے جنازے کا واقعہ ۹ ھ کو پیش آیا۔

(۱) اس حدیث کے پہلے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا وصال باکمال ۵۹ ھ کو ہوا اس واقعہ کے ۵۰ سال بعد تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دنیا میں تشریف فرما رہے۔ ان پچاس سالوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی ایک شخص کا بھی جنازہ غائبانہ نہیں پڑھا۔ ہے کوئی وہابی جو ثابت کرے۔

(۲) اس حدیث کے دوسرے راوی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا وصال باکمال ۷۹ ھ میں ہوا۔ گویا وہ اس واقعہ کے ستر سال بعد تک زندہ رہے مگر اس ستر سال کے عرصے میں کسی ایک شخص کا بھی غائبانہ جنازہ پڑھنا آپ سے ہرگز نہیں ثابت ہے۔

(۳) اس حدیث کے تیسرے راوی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کا وصال باکمال ۵۲ ھ میں ہوا۔ گویا وہ اس واقعہ کے بعد ۴۳ سال زندہ رہے مگر ایک بھی واقعہ کتب حدیث و سیرت و تاریخ میں درج نہیں کہ آپ نے کسی ایک شخص کا بھی جنازہ غائبانہ پڑھا ہو۔

اگر یہ صحابہ کرام اس جنازہ کو غائبانہ تصور کرتے اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار دیتے تو کیا وجہ ہے کہ تمام صحابہ کرام اس سنت کی ادائیگی سے محروم رہے۔

وہابیوں کے دعووں سے تو یہ گمان ہو رہا ہے کہ خلفائے راشدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے بالکل لاپروائی برتتے تھے۔ ان میں سنت پر عمل کا اتنا جذبہ بھی نہیں تھا۔ جتنا کہ چندرھویں صدی کے وہابیوں میں ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام نے حضرت نجاشی کا جنازہ غائب سمجھ کر پڑھا ہی نہیں بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جنازہ سرور کائنات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے اور حقیقت میں بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ روایت میں گزر چکا ہے کہ آپ کے سامنے سے پردے ہٹا دیئے گئے اور میت کو سامنے کر دیا گیا۔

سادساً: امام بخاری علیہ الرحمۃ کتاب الجنائز میں حدیث نجاشی سات مرتبہ لائے۔ اس سے انہوں نے چار مسائل ثابت فرمائے۔

(۱) جنازے میں صف بندی

(۲) جنازہ میں امام کے پیچھے دو یا تین صفیں ہونا

(۳) جنازہ گاہ میں جنازہ پڑھنا۔

(۴) جنازے میں چار تکبیریں کہنا۔

پوری کتاب الجنائز میں انہوں نے ایک مرتبہ بھی اس سے غائبانہ جنازہ کا صراحۃً یا اشارۃً استدلال نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک اس روایت سے غائبانہ جنازہ کا استدلال درست نہیں اسی لئے کہ یہ جنازہ حاضر میت پر تھا۔

سابعاً: وہابی اس روایت کو پیش کر کے سارا زور شہید کے غائبانہ جنازہ پڑھنے کو ثابت کرنے پر لگا دیتے ہیں۔ جبکہ حضرت نجاشی کسی معرکہ مین شہید نہ ہوئے تھے۔ بلکہ اپنی طبعی وفات سے فوت ہوئے۔ لہذا وہابیوں کے دعویٰ و دلیل میں مطابقت نہیں ہے۔

وہابیوں کو چاہیئے کہ کوئی ایک مرفوع، صحیح حدیث پیش کریں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معرکہ میں شہید ہونے والے کا جنازہ غائبانہ پڑھا ہو۔

ثامناً: خود وہابی اکابر کو بھی تسلیم ہے کہ اس روایت نجاشی رضی اللہ عنہ سے غائبانہ جنازہ پر استدلال درست نہیں ہے۔ چنانچہ:

(۱) ان کے محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن لکھتے ہیں کہ:

''غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصہ سے دلیل لی جاتی ہے۔ یہ قصہ صحیح بخاری (۱۲۴۵۔۱۳۱۸، ۱۳۲۰، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۳۳اور صحیح مسلم ۹۵۱) میں موجود ہے مگر اس سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں''۔

(نماز نبوی ص ۲۹۶، طبع دار السلام لاہور)

(۲) وہابیہ کے محقق مولوی عبدالرؤف بن عبدالمنان بن حکیم اشرف سندھو نے لکھا ہے:

''غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصے سے دلیل لی جاتی ہے جو بخاری مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے مگر اس سے مطلق غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے''۔ (القول المقبول ص ۷۱۴)

دوسری دلیل: غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ حضرت معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ غائبانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔

الجواب

اوّلاً: ان روایات میں بھی غائبانہ کا اضافہ وہابیوں کی طرف سے من گھڑت ہے۔ وگرنہ

کسی روایت میں بھی غائبانہ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ وہابی مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہے

ثانیاً: یہ جنازہ بھی غائبانہ ہرگز نہ تھا بلکہ جنازہ حاضر میت پر تھا' جب حضرت معاویہ بن معاویہ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام تبوک پر تشریف فرما تھے اور حضرت معاویہ کا وصال مدینہ شریف میں ہوا تو جبرئیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا'' کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کیلئے زمین لپیٹ دوں تا کہ حضور ان پر نماز پڑھیں''۔ تو پھر جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنا پر زمین پر مارا' جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھی۔ (سنن کبریٰ جلد ۴، ص ۵۱)

اس مفہوم کی مزید روایات ان کتب میں بھی موجود ہیں۔ (المعجم الکبیر جلد ۸، ص ۱۱۶، المعجم الاوسط جلد ۴، ص ۵۱۹، مجمع البحرین جلد ۲، ص ۴۲۸، مجمع الزوائد جلد ۳، ص ۳۸، الاصابہ جلد ۳، ص ۴۳۷، مسند الشامیین جلد ۲، ص ۱۳، عمل الیوم واللیلہ ص ۷۰)

جب ان روایات میں غائبانہ کا لفظ بھی نہیں اور میت بھی حضور کے سامنے کر دی گئی تو غائبانہ کیسے رہا؟...... معلوم ہوا کہ وہابیوں کا اس سے غائبانہ جنازہ پر استدلال کرنا باطل و مردود ہے۔

ثالثاً: یہ روایات سند کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو!......

(۱) پہلی روایت کی سند میں ایک راوی نوح بن عمر ہے۔ امام ابن حبان نے اسے حدیث کا چور بتایا یعنی سخت ضعیف کہا۔ امام ذہبی نے اس حدیث کو منکر بتلایا۔ (میزان الاعتدال، جلد ۴، ص ۲۷۸)

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا تھا۔ اس نے یہ روایت چرا کر بقیہ کے سر باندھی۔

(۲) اس کی ایک سند میں راوی محبوب بن بلال ہے۔ امام ذہبی نے کہا کہ یہ مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۳، ص ۴۴۲)

(۳) اس روایت کی ایک سند میں ایک راوی علاء بن یزید ثقفی ہے۔ امام علی بن مدینی نے کہا کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ امام ابو حاتم اور دار قطنی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ یہ حدیث بھی اس کی گھڑی اور وضع کی ہوئی ہے۔ زید بن ہارون نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے ابو الولید نے کہا کہ کذاب ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۳، ص ۹۹۔ ۱۰۶)

امام بخاری نے اسے منکر الحدیث لکھا ہے۔ (تاریخ الکبیر جلد ۲، ص ۵۴)

معلوم ہوا کہ یہ روایت قابل حجت نہیں۔

رابعاً:...... امام ذہبی نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۴، ص ۲۷۸)

○...... امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس روایت کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴، ص ۵۶۹)

○...... امام ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ ان احادیث کی سندیں قوی نہیں ہیں۔

(الاستیعاب جلد ۳، ص ۳۰۵)

○...... ابن قیم نے کہا کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ (زاد المعاد ص ۴، ۱۶۳)

نوٹ: ابن کثیر اور ابن عبد البر کے اقوال کو وہابی مولوی عبد الرؤف نے بھی نقل کیا ہے اور اسی واقعہ کو دلیل بنانا مردود لکھا ہے۔ (القول المقبول ص ۷۱۶)

اور مولوی عبداللہ روپڑی نے بھی جرح کے اقوال نقل کئے ہیں۔

(فتاویٰ اہلحدیث۲/۱۲۳)

معلوم ہوا یہ دلیل بھی باطل ومردود ہے۔

اسے کیا کہیئے!..... مزے کی بات یہ ہے کہ امام ذہبی نے معاویہ معاویہ نامی شخص کے صحابی ہونے کا انکار کیا ہے کہ اس نام کا کوئی فرد صحابی نہیں تھا۔ ملاحظہ ہو!......

(فتویٰ اہلحدیث۲/۱۲۳)

وہابیہ کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہاں عجیب تماشا کیا ہے اولا استیعاب سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معویہ بن معویہ لیثی پر نماز پڑھی پھر کہا استیعاب میں اس قصہ کا مثل معویہ بن مقرن کے حق میں ابوامامہ سے روایت کیا پھر کہا نیز اس کا مثل انس سے ترجمہ معاویہ بن معاویہ مزنی میں روایت کیا۔ اس میں وہ یہ وہم دلاتا ہے کہ گویا یہ تین اصحابی جدا جدا ہیں' جن پر نماز غائب مروی ہے حالانکہ یہ محض جہل یا تجاہل ہے۔ وہ ایک ہی صحابی ہیں معویہ بن معویہ کسی نے معویہ بن مقرن ابوعمر نے معویہ بن مقرن مزنی کو ترجیح دی کہ صحابہ میں معویہ بن معویہ کوئی معلوم نہیں اور حافظ نے اصابہ میں معویہ بن معویہ مزنی کو ترجیح دی اور لیثی کہنے کو علاء ثقفی کی خطا بتایا اور معویہ بن مقرن کو ایک صحابی مانا' جن کیلئے یہ روایت نہیں۔ بہرحال صاحب قصہ شخص واحد ہیں اور شوکانی کا ابہام تثلیث محض باطل۔

تیسری دلیل: غائبانہ جنازہ پر تیسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ:

غزوۂ موتہ کے شہداء کی نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ پڑھی ہے

الجواب

اوّلاً: یہاں بھی وہابیہ دھوکہ دہی سے باز نہیں آئے۔ کسی روایت میں غائبانہ نماز جنازہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ وہابیوں کا بہتان اور جھوٹ ہے۔

ثانیاً: یہاں بھی غائبانہ جنازہ نہ ہوا بلکہ حاضر میت پر ہے۔ اسی لئے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف فرما ہو کر غزوہ موتہ کے حالات ملاحظہ فرما رہے تھے تو غائبانہ کہاں رہا؟...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے حالات کو ملاحظہ فرمانا اور ان کے امور کی تفصیلات کو صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمانا متعدد کتب حدیث میں موجود ہے۔ دیکھئے!...... (صحیح بخاری جلد۱، ص۱۶۶، مسند امام احمد جلد۳، ص۱۱۳، سنن کبریٰ للبیہقی جلد۸، ص۱۵۴، مستدرک جلد۳، ص۲۲۴، نصب الرایہ جلد۲، ص۲۹۱، مجمع الزوائد جلد۶، ص۱۴۰، تاریخ صغیر جلد۱، ص۲۲، مشکوٰۃ المصابیح ص۵۳۳)

نوٹ: اس روایت میں لفظ ''صلوٰۃ'' سے دعا بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ لہذا وہابیوں کا اسے صرف جنازہ کیلئے مخصوص کرنا ان کی جہالت اور غائبانہ جنازہ ثابت کرنا سراسر دھوکہ ہے۔

* * *

غائبانہ نماز جنازہ وہابی اکابر کی نظر میں

اب ہم اہلسنت احناف کے موقف کی مضبوطی خود وہابیہ کے اکابر سے پیش کرتے ہیں۔

امام الوہابیہ ابن قیم:

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن قیم نے لکھا ہے:...... کہ اہل اسلام میں سے خلق کثیر کی وفات ہوئی۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی اور نجاشی کی جو نماز جنازہ آپ نے ادا فرمائی اس میں اختلاف ہے۔ تین اقوال...... امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے فرمایا کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اسی لئے دوسروں کیلئے روا نہیں اور خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے کر دیا گیا ہو اور آپ نے حاضر میت کے طور پر نماز جنازہ پڑھی ہو۔ اس صورت میں صحابہ کرام کے نہ دیکھنے کا عذر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ وہ نماز جنازہ میں آپ کے تابع تھے۔ لہذا امام کا دیکھنا کافی تھا۔ اگرچہ انہوں نے نہ دیکھا ہو اور چونکہ کسی اور کیلئے اتنی مسافت سے ایسا مشاہدہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ علاوہ ازیں نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھنے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نجاشی کے علاوہ دیگر غائبین کیلئے نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ حضرت نجاشی کے علاوہ حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی کی نماز جنازہ کی جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک صحیح مسئلہ اسی طرح ہے کہ اگر کسی غائب کی کفار کے علاقہ میں وفات ہوئی اور وہاں اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی تو اس صورت میں (یقین ہونے کی وجہ سے) نماز جنازہ غائب جائز ہے لیکن جس کی وفات ایسی جگہ ہوئی ہو کہ وہاں اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو اس پر غائبانہ جنازہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ اسی لئے کہ وہاں کے پڑھنے والوں کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو گیا۔ (زاد المعاد ص ۴۔ ۱۶۳۔ طبع بیروت)

نوٹ: عبارت طویل ہونے کی وجہ سے ترجمہ مختصر کیا گیا ہے۔

اس عبارت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے نزدیک بھی نماز جنازہ غائبانہ ایک بے ثبوت و بے دلیل عمل ہے۔ ہاں ان کے نزدیک یہ ایک شرط سے مشروط ہے۔ اتنا تو ضرور ثابت ہو گیا کہ احناف کا موقف دلائل کے اعتبار سے قوی و اولیٰ ہے اور وہابیوں کا موقف باطل و مردود ہے۔

عبداللہ روپڑی:

عبداللہ روپڑی نے لکھا ہے:

"جنازہ غائب کی بابت بہت اختلاف ہے۔ حنفیہ وغیرہ کے علاوہ بہت اہل حدیث بھی اس کے قائل نہیں۔ نجاشی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بابت کہتے ہیں کہ وہ غیر ملک میں فوت ہوا۔ اس کے والی وارث کفار تھے ظاہر یہی ہے کہ وہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ مدینہ میں پڑھا۔ خطابی نے اس کو اختیار کیا ہے۔ رویانی نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔ ابوداؤد نے اس پر باب باندھا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور محقق مقبلی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے.......... نجاشی کے واقعہ کے تین اور جواب بھی دیئے گئے ہیں"۔

(۱) ایک یہ کہ آپ کیلئے زمین لپیٹی گئی یہاں تک کہ میت آپ کے سامنے ہوگئی۔

(۲) دوسرا یہ جواب دیا گیا کہ درمیان سے پردہ اُٹھا دیا گیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میت سامنے نظر آ گئی۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے شاید اس جواب کی بنیاد ابن عباس کی اس روایت پر ہو جو واحدی نے اسباب نزول میں مع سند ذکر کی ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں: کشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راہ و صلی علیہ

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نجاشی کی چار پائی سے پردہ دور کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کو دیکھا اور جنازہ پڑھا۔

ابن حبان نے بھی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

فقاموا و صفوا خلفہٗ وھم لا یظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ.

یعنی صحابہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھی اور وہ (صحابہ کرام) یہی گمان کرتے تھے کہ جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے

اور ابی عوانہ نے بھی بطریق ابان وغیرہ سے اس نے یحیٰی سے اس قسم کی ایک روایت کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

فصلینا خلفہ و نحن لا نری الا ان الجنازۃ قدامنا

یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جنازہ پڑھا اور ہم یہی دیکھتے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

(۳) تیسرا جواب نجاشی کے واقعہ کا یہ دیا جاتا ہے کہ یہ نجاشی کا خاصہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کا جنازہ (غائب) نہیں پڑھا۔ حالانکہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ مختلف جگہ فوت ہوتے رہے۔ اگر جنازہ غائب عام طور پر جائز ہوتا تو کسی نہ کسی کا ضرور نقل ہوتا لیکن اس پر اعتراض پڑتا ہے کہ معاویہ بن معاویہ لیثی کا جنازہ غائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔ وہ مدینہ میں فوت ہوا اور آپ اس وقت تبوک میں تھے۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اس کو ذکر کیا ہے نیز عبدالبر نے ابوامامہ باہلی سے معاویہ بن مقرن کی بابت اور انس رضی اللہ عنہ سے معاویہ بن معاویہ قرنی کی بابت اس قسم کی روایتیں کی ہیں۔ پھر کہا ہے کہ ان سب کی سندیں قوی نہیں ہیں اور حافظ ابن حجر نے بھی نجاشی کا خاصہ کہنے والوں پر اعتراض کیا ہے کہ معاویہ بن معاویہ لیثی کا جنازہ آپ نے پڑھا ہے......اور ذہبی کہتے ہیں کہ صحابہ میں معاویہ بن معاویہ ہم کوئی شخص نہیں جانتے اور ابن قیم کہتے ہیں کہ معاویہ بن معاویہ کے جنازہ کی روایت صحیح نہیں۔ اس کی اسناد میں علاء بن یزید راوی ہے۔ جس کی بابت ابن المدینی نے کہا کہ یہ کذاب ہے۔ غرض جنازہ غائب کی بابت اس قسم کے اختلافات ہیں میری کسی طرف تسلی نہیں۔ اس لئے میں نہیں پڑھا کرتا' نماز جنازہ غائب میں نہیں پڑھتا......

(فتاویٰ اہلحدیث جلد ۲، ص ۳۔۱۲۲، طبع سرگودھا، تنظیم اہلحدیث ۱۱ جون ۱۹۶۵ء)

مولوی عبدالرؤف:

وہابیہ کے محقق حکیم اشرف سندھو کے پوتے مولوی عبدالرؤف نے اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے چنانچہ اس نے لکھا ہے:

"غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصے سے دلیل لی جاتی ہے جو بخاری و

مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے مگر اس سے مطلق غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام خطابی فرماتے ہیں کہ نجاشی ایک مسلمان آدمی تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ آپ کی نبوت کی تصدیق کی مگر وہ اپنا ایمان چھپاتا تھا اور جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ ادا کرنا واجب ہوتی ہے۔ نجاشی چونکہ اہل کفر میں مقیم تھا اور وہاں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس کی نماز جنازہ پڑھتا۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس کی نماز جنازہ ادا کرنا ضروری تھا کیونکہ آپ اس کے نبی تھے اور لوگوں کی نسبت اس کے زیادہ حقدار تھے۔ پس اس سبب نے واللہ اعلم۔ آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی دعوت دی۔ اسی بناء پر جب کوئی مسلمان کسی ایسے شہر میں فوت ہو جائے جہاں اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی ہو تو دوسرے شہر میں اس کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے...... (معالم السنن ۱/ ۳۱۰، ۳۳۱)

حافظ زیلعی اس قصہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ضرورت کی بناء پر تھا کہ نجاشی ایسے علاقے میں فوت ہوا تھا جہاں اس کی کوئی نماز جنازہ پڑھنے والا نہ تھا۔ اسی لئے اس کی نماز (بظاہر) غائبانہ ادا کرنی متعین تھی۔ جنازہ غائبانہ نہ پڑھنے کی دلیل اس سے بھی ملتی ہے کہ صحابہ کی کثیر تعداد جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (بظاہر) غائب تھی فوت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کی خبریں بھی سنیں مگر ایک کے علاوہ کسی دوسرے کی نماز غائبانہ ادا نہیں کی۔ (نصب الرایہ ۲/ ۲۸۳، ۲۸۴)

نجاشی کی اپنے ملک میں نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسند طیالسی ۱/ ۱۶۸، مسند احمد ۴/ ۷، تاریخ کبیر للبخاری ۸/ ۴۳۲، ابن ماجہ ۵۲۷، طبرانی ۳/ ۱۲۸، ۱۲۹ اور تاریخ بغداد ۱۴/ ۲۴۵ میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہیں۔ اسی طرح مسند احمد ۳/ ۳۶۹۔ ۴۰۰ میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی وفات کی خبر دیتے ہوئے فرمایا

صلوا علی اخ لکم مات بغیر ارضکم

اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھو جو سرزمین غیر میں فوت ہوا ہے......

امام ابوداؤد نے نجاشی کے قصہ والی حدیث پر یوں باب باندھا ہے۔

باب فی الصلوۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک۔ (ابوداؤد ۲/ ۲۱۲)

یہ باب اس مسلمان پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں ہے جو بلاد شرک میں فوت ہو جائے۔ امام ابوداؤد کی اس حدیث سے ان کا جو مقصد ہے وہ واضح ہے ان کی اس حدیث سے بھی امام خطابی کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھنے پر معاویہ بن معاویہ مزنی یا لیثی کے قصے سے بھی حجت لی جاتی ہے..... مگر اس قصے سے درج ذیل دو وجوہ کی بنیاد پر حجت لینا مردود ہے۔

(۱) یہ قصہ اسنادی اعتبار سے ثابت نہیں ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر اس کو ابو محمد ثقفی اور بلال بن محبوب کی سند سے ذکر کرنے اور دونوں سندوں پر جرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس کی دوسری سندیں بھی ہیں جن کو ہم نے اختصار کے پیش نظر ترک کر دیا ہے اور وہ تمام سندیں ضعیف ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۰۸، ۲۰۹)

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں ان احادیث کی سندیں قوی نہیں ہیں اگر یہ احکام کے متعلق ہوتیں تو ان میں سے کوئی بھی قابل حجت نہ ہوتی۔ (استیعاب ۳/ ۳۰۵)

قلت اس قصے سے نماز جنازہ غائبانہ کی مشروعیت پر استدلال کرنا ایک شرعی حکم ہے۔ لہذا حافظ ابن عبدالبر کی تصریح کے مطابق یہ قصہ قابل حجت نہیں۔

(۲) علی سبیل الجدل اگر اس قصے کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس سے حجت نہیں لی جاسکتی۔ کیونکہ اس قصے کے مطابق معاویہ بن معاویہ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تبوک میں تشریف فرما تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابو محمد ثقفی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے زمین کو لپیٹ دیا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ (بمع صحابہ) تشریف لے گئے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی پھر واپس لوٹے۔ حدیث ابوامامہ اسی طرح مرسل مجید بن مسیب اور مرسل حسن بصری سے بھی یہی کچھ معلوم ہوتا ہے اور انس رضی اللہ عنہ سے عطاء بن ابی میمونہ کی روایت میں ہے کہ معاویہ بن معاویہ کے جنازے کو جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا کیا تو آپ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن معاویہ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا نہیں کی۔ لہذا اس قصے سے اس مسئلہ پر استدلال باطل ہوا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:...... قد يحتج به من يجيز الصلوٰة على الغائب و يدفعه ماورد أنه رفعت الحجب حتى شهد جنازته (اصابہ ۳/۳۱۷)

اس سے غائبانہ نماز جنازہ کا قائل حجت لے سکتا ہے مگر اس کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ اس قصے میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حجاب اُٹھا دیئے گئے تھے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔ قلت حافظ صاحب کی اس صراحت کی بنیاد پر فتح الباری ۳ میں مسئلہ غائبانہ نماز جنازہ کے ضمن میں ان کا اس قصے کو ذکر کرنا اور یہ کہنا طرق کی بناء پر قوی ہے' صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ پر اس سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ اصابہ میں خود انہوں نے وضاحت کی ہے قلت

حافظ صاحب کے کہنے کے مطابق تھوڑی دیر کیلئے اس قصے کو اس کے طرق کی بنیاد پر صحیح تسلیم کر بھی لیں تو اس صورت میں بھی یہ قصہ ہماری (مانعین غائبانہ جنازہ) کی دلیل ہوگا نہ کہ ان کی۔ اس لئے کہ اگر غائباہ نماز جنازہ جائز ہوتی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے زمین سمیٹنے کی یا معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنازے کو حاضر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ ایسا کرنے سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔ لہذا یہ قصہ ہمارے لئے دلیل ہے' ان کیلئے نہیں۔ هذا بين لا يخفى حاصل کلام یہ ہے کہ یہی وہ دو واقعات ہیں جن سے اس مسئلے کیلئے استدلال کیا جاتا ہے جن میں معاویہ بن معاویہ والا قصہ تو ویسے ہی ثابت نہیں اگر یہ صحیح ثابت بھی ہو تب بھی اس سے دلیل لینا صحیح نہیں۔ جیسا کہ اوپر تفصیل سے ذکر ہوا۔

رہا نجاشی والا قصہ تو اس کے بارے میں امام خطابی نے جو تفصیل ذکر کی ہے وہی قوی ہے' کیونکہ اگر ہر غائب میت کی نماز غائبانہ مشروع ہوتی تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نجاشی کے علاوہ کم از کم کسی ایک کی تو غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے جبکہ آپ سے ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں اگر میت غائب پر نماز جنازہ جائز ہوتی تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام اپنے صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے۔ شرق و غرب میں مسلمان خلفاء اربعہ اور دیگر لوگوں کی بھی یہ نماز پڑھتے لیکن ایسا کرنا کسی سے بھی منقول نہیں۔ نقلا من الجوهر النقى۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ ایسے بھی فوت ہوئے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب تھے مگر آپ نے ان میں سے کسی کی بھی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں کی۔ اس مسئلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مذہب بھی خطابی

والا مذہب ہے۔ حنفی مذہب میں بھی صحیح ترین قول یہی ہے۔ (زاد المعاد ۱/ ۵۱۹، ۵۲۰)

ابن الہادی نے تنقیح التحقیق ۲/ ۳۲۰ میں مشہور سعودی عالم شیخ محمد عثیمین نے اپنے فتاویٰ ۱/ ۳۰۴ میں اسی مذہب کو ترجیح دی ہے۔

اس کو رویانی نے مستحسن کہا ہے اور محقق مقبلی نے (اسے) اختیار کیا ہے۔

(نیل الاوطار ۴/ ۵۰)

احکام الجنائز ۹۴، ۹۵ میں البانی نے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ محققین کی ایک جماعت نے بھی یہی مذہب اختیار کیا ہے۔

(القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ۷۱۷۔ ۱۴۲)

نماز جنازہ میں سلام ہاتھ کھول کر پھیرنا چاہیئے

نماز جنازہ کے سلام میں ہاتھوں کو کب اور کس طرح کھولنا ہے؟...... اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ: یہ مسئلہ اجتہادی مسائل میں سے ہے۔ اس کا حل شرعی قواعد کی روشنی میں ائمہ فقہاء کے کلام میں تلاش کرنا ہوگا۔ قیام نماز میں ہاتھ باندھنے اور کھولنے کی بابت ائمہ فقہاء نے ایک کلیہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”ہر ایسا قیام جسے ابھی مزید برقرار رکھنا ہو اور اس میں ذکر طویل مسنون ہو اس میں ہاتھ باندھنا سنت ہے اور جس قیام میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس میں ہاتھ نہ باندھنا سنت ہے“۔

(۱) چنانچہ شیخ الاسلام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی لکھتے ہیں:

والاصل ان كل قيام فيه ذكر مسنون يعتمد فيه وما لا فلا هو الصحيح. (الہدایہ فی شرح بدایہ المبتدی ”کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ“ (۱/ ۴۹ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی ”قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایسا قیام کہ جس میں ذکر مسنون (طویل، شامی) پایا جائے اس میں ہاتھ باندھے اور جس قیام میں ایسا ذکر نہ ہو اس میں نہ باندھے۔ یہی صحیح ہے“۔

(۲) اس کی شرح میں امام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی اور علامہ جلال الدین الخوارزمی لکھتے ہیں:

”والصحيح ما قاله شمس الائمة الحلوانی وهو الذی اشار اليه فی الكتاب ان كل قيام فيه ذكر مسنون فالسنة فيه الاعتماد كما فی

حالة الثناء والقنوت ، وصلوٰة الجنازة و كل قيام ليس فيه ذكر مسنون فالسنة فيه الارسال فيرسل فى القومة عن الركوع و بين تكبيرات الاعياد وبه كان يفتي شمس الائمه السرخسي و برهان الائمه و صدر الشهيد (الهدايه بهامش الفتح على الهداية كتاب الصلوٰة باب صفه الصلوٰة "(۱/۲۵۰) طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(الکفایہ شرح الہدایہ" بذیل الفتح علی الہدایہ کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ (۱/۲۵۰) طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور صحیح وہی بات ہے جو شمس الائمہ الحلوانی نے کی جس کی طرف کتاب (ہدایہ) میں بھی اشارہ کیا کہ جس میں کوئی ذکر (طویل) مسنون ہو اس میں سنت ہاتھ باندھنا ہے جیسا کہ ثناء اور قنوت اور نماز جنازہ کی حالت میں اور جس قیام میں کوئی ذکر مسنون نہیں اس میں سنت ہاتھ کھول کے رکھنا ہے۔ لہذا نمازی رکوع کے بعد قومہ میں اور عیدوں کی تکبیروں کے دوران ہاتھ کھول دے گا۔ امام شمس الائمہ سرخسی، برہان الائمہ اور امام صدر الشہید اسی پہ فتوی دیتے تھے"۔

(۳) اور شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمر تاشی اور امام محمد علاؤ الدین الحصکفی ارشاد فرماتے ہیں:

(وهو سنة قيام له قرار فيه ذكر مسنون يضع حالة الثناء و فى القنوت و تكبيرات الجنازة لا) يسن (فى قيام) متخلل (بين ركوع و سجود) لعدم القرار (و) لا بين (تكبيرات العيدين) لعدم الذكر"

(الدر المختار، شرح تنویر الابصار، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ فصل واذا

اراد الشروع فیھا" (۱/۳۸) طبع المنشی نول کشور، لاہور)

ہاتھ باندھنا اس قیام میں مسنون ہے کہ جس کے لئے قرار ہو اور اس میں ذکر (طویل۔ کمافی الشامی) مسنون ہو۔ لہذا نمازی حالت ثناء میں، دعائے قنوت میں، اور جنازے کی تکبیروں کے دوران ہاتھ باندھے گا لیکن رکوع اور سجدہ کے درمیان قومہ میں، قرار نہ ہونے کے باعث اور تکبیرات عید کے درمیانی وقفوں میں ذکر مسنون نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ باندھنے مسنون نہیں"۔

اس اقتباس میں "تکبیرات الجنازۃ" کے لفظوں میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ ہاتھ باندھنے کی سنت صرف چار تکبیروں کے پورا ہونے تک ہے اور تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ باندھے رکھنا سنت نہیں۔ بفضلہ تعالیٰ یہ کلیہ ذہن نشین ہو چکا تو اب ذرا غور فرمایئے تو واضح ہے کہ نماز جنازہ میں آغاز سے تکبیر چہارم تک "قیام ذی قرار" بھی موجود ہے اور "طویل ذکر مسنون" بھی۔ لہذا حسب قاعدہ یہاں تک ہاتھ باندھنا بھی مسنون ہوا لیکن بعد از تکبیر چہارم "قیام" محض برائے نام رہ گیا ہے جس کا مقصد صرف سلام پھیرنا ہے اور بس! الغرض اب قیام کو نہ تو مزید برقرار رکھنا ہے نہ اس میں کوئی ذکر مسنون باقی ہے۔ لہذا درج بالا کلیہ کے مطابق اب ہاتھ باندھے رکھنا سنت نہیں بلکہ اب ہاتھ کھول دینا سنت ہے۔

اسی شرعی ضابطے کی روشنی میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ "چوتھی تکبیر کے بعد بھی ہاتھ باندھے رکھنا" پھر دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دایاں ہاتھ کھولنا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بایاں ہاتھ کھول دینا" جیسا کہ بعض علاقوں میں رواج پڑ گیا ہے کہ محض بے دلیل ہی نہیں بلکہ بے مقصد بلکہ خلاف دلیل و غیر موافق سنت بھی ہے۔

الحمدللہ! مذکور مسئلہ شرعی قاعدہ کی روشنی میں مکمل طور پر واضح ہو چکا مگر ہم مزید اطمینان کی غرض سے اس مسئلہ پر صریح جزیہ بھی پیش کئے دیتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے:

(۱) فقیہ کبیر، امام برہان الدین محمود بن احمد البخاری "محیط برہانی" میں پھر "ذخیرۃ الفتاویٰ" یا "ذخیرہ برہانیہ" میں پھر فقیہ شہیر امام اجل طاہر بن احمد البخاری اپنی کتاب "خزانۃ الواقعات" اور "کتاب النصاب" میں پھر "خلاصہ" میں صراحۃً مسئلہ زیر گفتگو کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولا یعقد بعد التکبیر الرابع لانہ لا یبقی ذکر مسنون حتی یعقد فالصحیح انہ یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین (خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الصلوٰۃ الفصل الخامس والعشرون الجنس الرابع فی صلوٰۃ الجنازۃ ۱/۲۲۵ طبع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

اور چوتھی تکبیر کے بعد باندھے نہ رہے، اس لئے کہ اب کوئی ذکر مسنون باقی نہیں رہتا کہ ہاتھ باندھے رہے۔ لہذا صحیح یہی ہے کہ (تکبیر چہارم کے بعد) دونوں ہاتھ کھول دے پھر دونوں طرف سلام پھیر لے"۔

(۲) اور امام اہلسنّت، الامام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں:

"ہاتھ باندھنا سنت اس قیام کی ہے جس کیلئے قرار ہو۔ کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار۔ سلام وقت خروج ہے۔ اس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں۔ تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے"۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنازۃ (۴/۸۲،

طبع دار العلوم الامجدیہ کراچی)

(۳) اسی طرح کے ایک اور سوال کے جواب میں امام بریلوی فرماتے ہیں:

"ظاہر ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد نہ قیام ذی قرار ہے، نہ اس میں کوئی ذکر مسنون، تو ہاتھ باندھے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تکبیر رابع کے بعد خروج عن الصلوٰۃ کا وقت ہے اور خروج کیلئے اعتماد (ہاتھ باندھے رہنا) کسی مذہب میں نہیں"۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنازۃ" (۴/۸۴) طبع دار العلوم الامجدیہ کراچی)

(۴) صدر الشریعہ حضرت العلام مولانا امجد علی اعظمی سے جب سوال کیا گیا کہ نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا چاہیئے یا باندھ کر یا دونوں طرح جائز ہے یا نہیں؟ تو صدر الشریعہ نے جواب میں لکھا:

"ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا چاہیئے۔ یہ خیال کہ "تکبیرات میں ہاتھ باندھے رہنا مسنون ہے لہذا سلام کے وقت بھی ہاتھ باندھے رہنا چاہیئے"۔ یہ خیال غلط ہے، وہاں ذکر طویل مسنون موجود ہے۔ اس پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے پھر خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت نقل فرمائی۔ (فتاویٰ امجدیہ، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز (۱/۳۱۷) طبع مکتبہ رضویہ کراچی)

(۵) فقیہ اعظم مولانا مفتی ابوالخیر نور اللہ نعیمی بصیر پوری سے سوال کیا گیا:

"جب نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے تو جب امام سلام پھیرتا ہے اور دائیں طرف منہ پھیرتا ہے تو اس وقت دائیں ہاتھ کو چھوڑ دینا چاہیئے اور جب بائیں طرف سلام کہتا ہے تو بائیں ہاتھ کو چھوڑ دینا چاہیئے یا کہ دونوں طرف سلام کہہ کر ہاتھ چھوڑے جائیں"۔

تو فقیہ اعظم مرحوم نے اس کے جواب میں لکھا:

''نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے جائیں بعدازاں دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور پھر دونوں طرف سلام کہے''۔ (فتاویٰ نوریہ' کتاب الصلوٰۃ' باب الاذان' (۱۸۰/۱) طبع دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور اوکاڑہ)

(۲) یونہی آپ سے سوال کیا گیا کہ ''زید جنازہ میں دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دایاں ہاتھ چھوڑ دیتا ہے اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بایاں ہاتھ چھوڑ دیتا ہے'' تو حضرت نے جواب میں لکھا:

''زید کا فعل بے دلیل ہے۔ صحیح یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے فوراً بعد دونوں ہاتھ کھول دے پھر دونوں طرف سلام کہے''۔ (بتصرف)۔ (فتاویٰ نوریہ' کتاب الصلوٰۃ' باب الجنائز' (۵۳۵،۵۳۴/۱) طبع دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور' اوکاڑہ)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاکرم

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم

(ماخوذ از ماہنامہ اہلسنّت نومبر ۲۰۰۱ء)

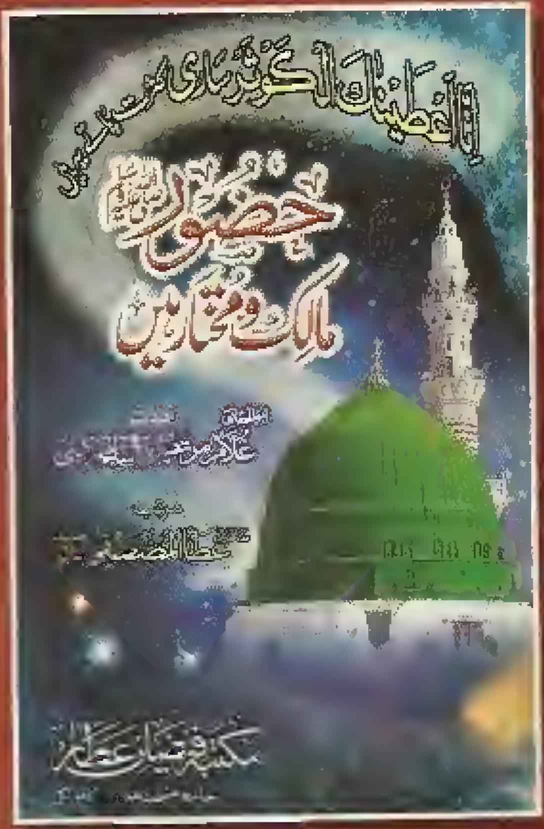

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

حضور ﷺ مالک و مختار ہیں

مکتبہ فیضانِ عطار

کانا دجّال

امانت اور دیانت داری

انیس المجلیس

حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ فیضانِ عطار

جامع مسجد [illegible] روڈ [illegible]